ہفت روزہ
# ندائے خلافت
لاہور
17 تا 23 اکتوبر 2002ء

☆ مایوسی کے اندھیاروں میں امید کی ایک کرن! (اداریہ)
☆ دینی جماعتوں کی کامیابی ___ ایک آزمائش!! (منبر و محراب)
☆ ''متحدہ مجلس عمل'' کے لئے لائحہ عمل! (تجزیہ)

## مرکزیت کا قانونِ قدرت

قدرت نے خلقت و نظامِ خلقت کے بقا و قیام کے لئے ہر وجود میں یہ صورت اختیار کر رکھی ہے کہ کوئی ایک وجود تو بمنزلہ مرکز کے ہوتا ہے جبکہ بقیہ اجسام ایک دائرے کی شکل میں اس کے چاروں طرف وجود پاتے ہیں اور پورے دائرے کی زندگی اور بقاء صرف اس مرکزی وجود کی زندگی اور بقاء پر موقوف ہوتی ہے۔ اگر ایک چشم زدن کے لئے بھی دائرہ کے اجسام اپنے مرکز سے الگ ہو جائیں یا مرکز کی اطاعت و انقیاد سے باہر ہو جائیں تو معاً نظامِ ہستی درہم برہم ہو جائے اور دائرے کی اکیلی ہستیاں مرکز سے الگ رہ کر کبھی قائم و باقی نہ رہ سکیں۔

یہ قانون مرکزیت و دوائر' نظامِ کائنات کے ہر جز اور ہر حصے میں صاف صاف دیکھا جا سکتا ہے۔ یہ نظامِ شمسی جو ہمارے اوپر ہے' ستاروں کی گنجان آبادی' کرّوں کا یہ صحرائے بے کنار' زندگی اور حرکت کا یہ محیر العقول طلسم کیا ہے؟ کس نظام پر یہ پورا کارخانہ چل رہا ہے؟ اس قانونِ مرکزیت و متحرک سیاروں کے حلقے اور دائرے میں ہر دائرے کا نقطہ حیات و بقاء سورج ہے۔ اسی طرح عام نباتات میں درخت کو دیکھو کہ اس کی مجتمع وحدت کتنی وسیع کثرت سے مرکب ہے۔ ڈالیاں' شاخیں' پتے اور پھول سب کی زندگی ایک ہی مرکز یعنی جڑ سے وابستہ ہے۔ جڑ سے کوئی شاخ الگ ہوئی کہ موت و فنا اس پر طاری ہوگئی۔

آفاق کو چھوڑ کر عالم النفس کی طرف آؤ اور خود اپنے وجود کو دیکھو۔ تمہارا وجود کتنے مختلف ظاہری و باطنی اعضاء سے مرکب ہے۔ ہر عضو کا الگ فعل اور الگ خاصہ ہے لیکن یہ ساری آبادی ایک ہی مرکز کے آگے سربسجود ہے۔ سب کی حیات کا مرکز صرف قلب ہے۔ اس سے الگ رہ کر ایک عضو بھی زندہ نہیں رہ سکتا۔

اسلام فی الحقیقت سنت اللہ اور فطرت اللہ ہی کا دوسرا نام ہے۔ اگر نوع انسانی کی سعادت و ارتقا کے لئے قانونِ اسلام اسی فاطر السمٰوات والارض کا بنایا ہوا ہے' جس نے تمام کائنات کے لئے قانونِ حیات بنایا تو ضروری ہے کہ دونوں میں اختلاف نہ ہو' بلکہ پہلا قانون پچھلے قانون عام کا ایک ایسا قدرتی جز نظر آئے جیسے زنجیر کی ایک کڑی۔ پس اسلام کا نظامِ شرعی بھی ٹھیک اسی قانون مرکزیت پر قائم ہوا۔ قرآن نے یہ حقیقت جا بجا واضح کی ہے کہ جس طرح اجسام و اشیاء کی زندگی اپنے اپنے مرکزوں سے وابستہ ہے اس طرح نوع انسانی اور اس کی جماعت و افراد کی جسمانی و معنوی بقا بھی قانون مرکزیت پر موقوف ہے۔

(مولانا ابوالکلام آزاد کی کتاب ''قرآن کا قانون عروج و زوال'' سے ایک اقتباس)

## سورۃ البقرۃ (۷۸)

ڈاکٹر اسرار احمد

بسم اللہ الرحمٰن الرّحیم

﴿اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰھُمُ الْکِتٰبَ یَعْرِفُوْنَهٗ کَمَا یَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَ ھُمْ ؕ وَاِنَّ فَرِیْقًا مِّنْھُمْ لَیَکْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَھُمْ یَعْلَمُوْنَ o اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّکَ فَلَا تَکُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِیْنَ o وَلِکُلٍّ وِّجْھَةٌ ھُوَ مُوَلِّیْھَا فَاسْتَبِقُوا الْخَیْرٰتِ ؕ اَیْنَ مَا تَکُوْنُوْا یَاْتِ بِکُمُ اللّٰهُ جَمِیْعًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ o وَمِنْ حَیْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْھَکَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ؕ وَاِنَّهٗ لَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّکَ ؕ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ o﴾ (البقرۃ:۱۴۶تا۱۴۹)

''جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ پہچانتے ہیں اُسے جیسے وہ پہچانتے ہیں اپنے بیٹوں کو اور بے شک ایک گروہ ان میں سے چھپاتا ہے حق کو جان بوجھ کر۔ یہ حق ہے تیرے رب کی طرف سے' تو ہرگز نہ بن جا تا شک کرنے والوں سے۔ اور ہر قوم کے لئے ایک سمت (مقرر) ہے وہ اسی کی طرف منہ کرتی ہے پس آگے بڑھ جاؤ دوسروں سے نیکیوں میں۔ تم کہیں ہو اللہ تعالیٰ تم سب کو لے آئے گا' یقیناً اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ اور جہاں سے بھی آپ (باہر) نکلیں تو موڑ لیا کریں (نماز کے وقت) اپنا رخ مسجد حرام کی طرف اور بے شک یہی ہے آپ کے رب کی طرف سے حق۔ اور نہیں اللہ تعالیٰ بے خبر جو کچھ تم کرتے ہو''۔

جن لوگوں کو تورات ملی تھی وہ قرآن مجید' حضرت محمد ﷺ اور اس قبلے کو خوب پہچانتے ہیں۔ خاص طور پر ان میں جو اہلِ علم ہیں وہ تو ساری حقیقت سے واقف ہیں۔ اگرچہ ان کی اکثریت جہلاء پر مشتمل تھی' البتہ ان کے علماء کو معلوم تھا کہ اصل قبلہ یہی (بیت الحرام) ہے جسے حضرت ابراہیمؑ نے تعمیر کیا تھا اور وہ اس حقیقت کو جان بوجھ کر چھپا رہے ہیں۔ لیکن ان کے ماننے یا نہ ماننے سے کیا ہوتا ہے' حق بات تو وہی ہے جو اللہ کی طرف سے ہو' لہٰذا ان کی مخالفت سے کسی قسم کا تردد مت کرو۔

آگے مسلمانوں سے فرمایا جا رہا ہے کہ ایک تو ظاہری قبلہ ہے جس کی طرف نماز میں رُخ کیا جاتا ہے۔ مثلاً اگر بیت الحرام میں نماز پڑھ رہے ہیں تو قبلہ آنکھوں کے سامنے ہے' دور ہیں تو اُس کی طرف رخ کیا ہوا ہے۔ یہ قبلہ تو ہے سامنے کی چیز' نظر آنے والی شے۔ مگر ایک معنوی رُخ ہے۔ وہ کیا ہے؟ وہ ہر انسان کا مطلوب و مقصود اور نصب العین ہے جس کے حصول کے لئے اس نے اپنے آپ کو تج دیا ہے وہ ہے اصل میں اس کا معنوی قبلہ۔ گویا ہر انسان کے لئے کوئی نہ کوئی سمت ہے کہ جس طرف اُس کا رُخ ہے۔ تو اے مسلمانو! تم نیکیوں کی طرف رخ کرو۔ تمہارا معنوی رخ خیرات' صدقات' قناعت' اعمال حسنہ اور خدمت خلق کی طرف ہونا چاہئے۔ تم اس نیکی میں دوڑ لگاؤ' مقابلہ کرو اور ایک دوسرے سے آگے نکلنے کی کوشش کرو۔ جہاں کہیں بھی تم ہو گے اللہ تعالیٰ تم سب کو لے آئے گا اور قیامت کے دن سب کے سب ایک ہی میدان میں کھڑے ہوں گے جہاں یہ بات واضح ہو جائے گی کہ حق پر کون تھا' یقیناً اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

پھر مکرر فرمایا کہ اے نبیؐ آپ جہاں کہیں بھی ہوں' خواہ سفر میں ہوں تو آپ کو نماز کے وقت رخ مسجد حرام ہی طرف کرنا ہے۔ سفر کی نماز کا یہ حکم ہے کہ نماز کی نیت کرتے وقت رخ قبلہ کی طرف ہونا چاہئے پھر اگر سواری کا رخ بدل جائے تو کوئی بات نہیں۔ اسی طرح ہوائی جہاز میں سفر کے دوران نماز کے وقت اندازہ کیجئے کہ قبلہ کس طرف ہے بس اُسی سمت منہ کر کے نماز شروع کر دیجئے اب اگر جہاز رخ بدل رہا ہے تو کوئی بات نہیں آپ اپنی نماز پوری کیجئے۔ یہی حکم ٹرین کے سفر کا ہے۔ البتہ نماز شروع کرتے وقت قبلہ رُو ہونا ضروری ہے۔ اور اے مسلمانو! اللہ تعالیٰ غافل نہیں اس سے جو تم کر رہے ہو۔

☆ ☆ ☆



## نیک اعمال توفیق الٰہی سے ہیں

چوہدری رحمت اللہ بٹر

((عَنْ عَلِیٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَا مِنْکُمْ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا وَقَدْ کُتِبَ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ وَمَقْعَدَهٗ مِنَ الْجَنَّةِ قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَفَلَا نَتَّکِلُ عَلٰی کِتَابِنَا وَنَدَعُ الْعَمَلَ؟ قَالَ اعْمَلُوْا فَکُلٌّ مُیَسَّرٌ لِمَا خُلِقَ لَهٗ اَمَّا مَنْ کَانَ مِنْ اَھْلِ السَّعَادَةِ فَیُیَسَّرُ لِعَمَلِ السَّعَادَةِ وَاَمَّا مَنْ کَانَ مِنْ اَھْلِ الشَّقَاءِ فَیُیَسَّرُ لِعَمَلِ اَھْلِ الشَّقَاوَةِ ثُمَّ قَرَاَ﴿ فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰی وَاتَّقٰی o وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰی o فَسَنُیَسِّرُهٗ لِلْیُسْرٰی o وَاَمَّا مَنْ بَخِلَ وَاسْتَغْنٰی o وَکَذَّبَ بِالْحُسْنٰی o فَسَنُیَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰی o ﴾)) (رواہ البخاری و مسلم)

''حضرت علیؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے ہر ایک کا ٹھکانہ دوزخ کا یا جنت کا لکھا جا چکا ہے۔ صحابہؓ نے عرض کیا تو ہم اپنے نوشتہ تقدیر پر بھروسہ کر کے نہ بیٹھ جائیں اور سعی و عمل کو چھوڑ دیں۔ آپؐ نے فرمایا نہیں۔ عمل کئے جاؤ کیونکہ ہر ایک کو اسی کی توفیق ملتی ہے جس کے لئے وہ پیدا ہوا ہے۔ پس جو کوئی نیک بختوں میں سے ہے تو اس کو سعادت اور نیک بختی کے کاموں کی توفیق ملتی ہے اور جو کوئی بدبختوں میں سے ہے تو اس کو شقاوت اور بدبختی والے اعمال بد ہی کی توفیق ملتی ہے۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے قرآن پاک کی یہ آیت تلاوت فرمائی: ''جس نے راہِ خدا میں دیا اور تقویٰ اختیار کیا اور اچھی بات کی تصدیق کی تو اس کو ہم چین اور راحت کی زندگی یعنی جنت حاصل کرنے کی توفیق دیں گے اور جس نے بخل سے کام لیا اور مغرور اور بے پروا رہا اور اچھی بات کو جھٹلایا تو اس کے واسطے ہم تکلیف اور دشواری والی زندگی (یعنی دوزخ) آسان کر دیں گے''۔

حدیث بالا کا مطلب یہ نہیں کہ نیک بختی یا شقاوت کسی کا مقدر کر دی جاتی ہے بلکہ یہ اللہ کے علم کامل کی طرف اشارہ ہے کہ اسے ہر شخص کے بارے میں معلوم ہے کہ اس کا انجام نیک ہے یا بد۔ ہمارا کام یہ ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ سے نیک کاموں کی توفیق مانگتے رہیں اور اچھے انجام کی امید سے نیک عمل کئے جائیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حافظ عاکف سعید

# مایوسی کے اندھیاروں میں امید کی ایک روشن کرن

حالیہ انتخابات کے نتائج اگر بعض پہلوؤں سے توقعات کے عین مطابق رہے تو بعض دوسرے پہلوؤں سے نہایت غیر متوقع صورتِ حال بھی سامنے آئی۔ توقع کے عین مطابق مسلم لیگ (ق) جسے پہلے ہی کنگز پارٹی کا خطاب مل چکا تھا اور جسے بھرپور سرکاری سرپرستی حاصل تھی' قومی اسمبلی میں سب سے بڑی پارٹی کے طور پر ابھری۔ پیپلز پارٹی کا ووٹ بینک توقعات کے عین مطابق حالیہ انتخابات میں بھی برقرار رہا اور وہ نیشنل اسمبلی میں دوسری بڑی پارٹی کے طور پر اپنا مقام منوانے میں کامیاب رہی۔ مسلم لیگ (ق) کی کامیابی کے حوالے سے سرکاری سطح پر دھاندلی کے سنگین الزامات بھی مختلف سیاسی جماعتوں کی جانب سے پُرزور انداز میں عائد کئے گئے۔ ان کے الزامات کو تقویت یورپی یونین کے مبصرین کے بیان سے بھی ملی جنہوں نے واشگاف الفاظ میں ان انتخابات کو جانبدارانہ اور غیر شفاف قرار دیا —— تاہم امریکہ نے انتخابات کے ''شفاف'' ہونے کا سرٹیفکیٹ جاری کرنے میں کسی تامل سے کام نہ لیا' اور یہ بات بھی توقع کے عین مطابق رہی۔ حالیہ انتخابات میں چونکہ کسی سنگل پارٹی کو نیشنل اسمبلی میں اتنی عددی اکثریت حاصل نہیں ہو سکی کہ وہ اپنے بل پر حکومت کی تشکیل پر قادر ہوتی بلکہ مخلوط حکومت کے قیام' یہاں تک کہ قومی حکومت کے قیام کو بھی خارج از امکان قرار نہیں دیا جا سکتا' یوں انتخابات سے قبل کا یہ اندازہ بھی درست ثابت ہوا کہ آئندہ ایک معلق (HUNG) پارلیمنٹ وجود میں آئے گی جو ایک کمزور اور غیر مستحکم حکومت کو جنم دے گی۔ اور ایسی کمزور حکومت ہی صدر مشرف کے لئے سازگار اور موافق ثابت ہو سکتی ہے!

اوپر بیان کئے گئے تمام معاملات وہ ہیں جو انتخابات سے قبل لگائے گئے اندازوں اور توقعات کے عین مطابق ثابت ہوئے' تاہم حالیہ انتخابات کے حوالے سے بعض نہایت حیران کن' انتہائی غیر متوقع اور بہت ہی خوش آئند پہلو بھی سامنے آئے۔ ان میں اہم ترین معاملہ متحدہ مجلس عمل کی شاندار کامیابی ہے جس نے سابقہ تمام اندازوں کو غلط ثابت کر دیا۔ صوبہ سرحد اور بلوچستان کی حد تک اس بات کی توقع کی جا رہی تھی کہ دینی جماعتوں کے اتحاد کی برکت اور طالبان حمایت جذبات یقینی طور پر نتائج پر اثر انداز ہوں گے' لیکن اتنی بڑی کامیابی کی توقع کسی کو بھی نہیں تھی۔ صوبہ سرحد میں ایم ایم اے کا طوفانی ریلا جس طرح اے این پی کو جو صوبہ سرحد کی قدیم ترین اور مضبوط ترین سیاسی جماعت سمجھی جاتی ہے' بہا کر لے گیا اسے تاریخ کے صفحات میں ہمیشہ ایک غیر معمولی واقعے کے طور پر یاد رکھا جائے گا۔ صوبہ بلوچستان میں بھی ایم ایم اے نے بڑے بڑے برج الٹ دیئے اور بلوچ سرداروں کے مخصوص علاقوں کو چھوڑ کر پورے بلوچستان میں نمایاں کامیابی حاصل کی۔ صوبہ پنجاب اور سندھ میں اگرچہ ایم ایم اے کو نمایاں کامیابی حاصل نہ ہو سکی تاہم ان دونوں صوبوں میں بھی مجلس عمل قابل ذکر سیٹیں حاصل کرنے میں کامیاب رہی۔ یوں مجموعی طور پر قومی اسمبلی میں ایم ایم اے تیسری بڑی پارٹی کے طور پر ابھر کر سامنے آئی۔ یہ امر قابل ذکر ہے کہ ملکی سطح پر نمائندگی کے حوالے سے ایم ایم اے کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ اس کی نمائندگی پاکستان کے نہ صرف یہ کہ چاروں صوبوں میں ہے بلکہ وفاقی دارالحکومت کی دو نشستوں میں سے ایک نشست بھی ایم ایم اے نے جیتی ہے۔ یہ اعزاز اتنے متناسب انداز میں کسی دوسری پارٹی کے حصے میں نہیں آیا۔

دوسرا خوش آئند اور قدرے غیر متوقع معاملہ یہ ہوا کہ حالیہ انتخابات میں صوبائیت کی علمبردار اور علیحدگی پسند سیاسی جماعتوں کو بدترین ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔ یوں محسوس ہوتا ہے کہ پاکستان کی سیاست میں نظریاتی بنیادوں پر پولرائزیشن کا معاملہ اب جڑ پکڑنے لگا ہے' اور یہ بات یقینی طور پر نہایت خوش آئند ہے۔

یہ ایک بدیہی حقیقت ہے کہ حالیہ انتخابات میں متحدہ مجلس عمل کی شاندار کامیابی میں جہاں دینی جماعتوں کے اتحاد کی برکات کو اہم دخل حاصل ہے وہاں یہ کامیابی بہت حد تک امریکہ مخالف جذبات اور صوبہ سرحد سے متصل سرزمین یعنی افغانستان میں مجاہدین اور بالخصوص طالبان کی قربانیوں اور شہیدوں کے لہو کی مرہون منت بھی ہے۔ مجلس عمل کے امیدواروں کی کامیابی دراصل امریکہ اور اس کے آلہ کاروں کے خلاف نفرت اور عدم اعتماد کا کھلا اظہار ہے —— تاہم اس بحث کی تفصیلات کو سردست ایک طرف رکھتے ہوئے ہمارے نزدیک اس معاملے کا سب سے زیادہ خوش کن پہلو یہ ہے کہ پاکستان کے ان دینی و مذہبی اور اسلام پسند طبقات کے دلوں میں جو دین کے ساتھ محض ایک جذباتی ہی نہیں' ذہنی و قلبی اور عملی تعلق بھی رکھتے اور مملکت خداداد پاکستان میں دین حق کے قیام و نفاذ کے آرزومند ہیں' امید کی جوت پھر سے جاگی ہے۔ پڑوس کی سرزمین میں طالبان کے اقتدار کے خاتمے اور امریکی عفریت کی چیرہ دستیوں' اور سرزمین پاکستان میں سیکولرازم کے بے لگام سیلاب اور ایف بی آئی کی صورت میں امریکہ کے بڑھتے ہوئے تسلط نے دینی و مذہبی طبقات اور دین پسند حلقوں کے اعصاب کو مفلوج کر کے رکھ دیا تھا۔ شیطان کی ایجنٹ عالمی طاقتوں کے ہاتھوں مخلصینِ اسلام کی پے بہ پے شکستیں امید کے ٹمٹماتے دیئے کو گل کرنے اور دل شکستگی اور مایوسی کے دبیز بادلوں کو مسلط کرنے کی موجب بن رہی تھیں۔ دینِ حق کے علمبرداروں کو تمام راستے مسدود اور ہر گلی بند دکھائی دیتی تھی —— عالم کفر اور سیکولرازم کی اس یلغار کے مقابلے میں دینی قوتیں منقار زیر پر دکھائی دیتیں اور دین حق کے وفادار منہ چھپائے پھرنے پر مجبور تھے۔ ایسے میں متحدہ مجلس عمل کی غیر متوقع کامیابی دینی طبقات کے لئے حوصلہ افزائی کی موجب امید کی ایک روشن کرن سے کم نہیں —— مجلس عمل کی یہ کامیابی اپنے جلو میں بے شمار چیلنج لے کر آئی ہے۔ ایم ایم اے کے قائدین ایک بہت بڑے امتحان سے دوچار ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمارے دینی رہنماؤں کو فہم و فراست' بالغ نظری' وسعتِ قلبی اور حکمت و تدبر عطا فرمائے کہ وہ اس غیر متوقع طور پر ملنے والی کامیابی کو فی الواقع اسلام کی بالادستی میں بدل سکیں اور انتخابات کے میدان میں ملنے والی یہ کامیابی ستاروں کی تنک تابی تک محدود نہ رہے بلکہ اسے عملاً ''دلیلِ صبحِ روشن'' بنا دے۔ این دعا از من و از جملہ جہاں آمین آباد!


| | | |
|---|---|---|
| ہفت روزہ ندائے خلافت لاہور | پبلشر: اسعد احمد مختار طابع: رشید احمد چوہدری | بانی : اقتدار احمد مرحوم |
| سی پی ایل نمبر: 127۔ جلد 11' شمارہ 41 | مطبع: مکتبہ جدید پریس۔ ریلوے روڈ' لاہور | مدیر : حافظ عاکف سعید |
| سالانہ زرتعاون: 250 روپے' قیمت: 5 روپے | مقام اشاعت: 36۔ کے' ماڈل ٹاؤن لاہور' فون: 03-5869501 | نائب مدیر: فرقان دانش خان |

# حالیہ انتخابات کے نتائج ہمارے معاشرے کی سوچ کے عکاس ہیں

## متحدہ مجلس عمل کی کامیابی سیکولرائزیشن کے عمل میں رکاوٹ بنے گی

## جے یو آئی اور جماعت اسلامی کا باہم قریب آنا ماضی کی طرف لوٹنے کی ایک شکل ہے

## متحدہ مجلس عمل کی کامیابی ایک بہت بڑا ''بریک تھرو'' ہے' جس کا ملکی حالات پر گہرا اثر ہوگا

## قومی اسمبلی میں متحدہ مجلس عمل کو اپوزیشن میں بیٹھ کر پریشر گروپ کے طور پر کام کرنا چاہئے

**مسجد دارالسلام باغ جناح لاہور میں بانیٔ تنظیم اسلامی محترم ڈاکٹر اسرار احمد کے 11 اکتوبر 2002ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص**

الحمد للہ' ہمارے ملک میں قومی اسمبلی اور چاروں صوبائی اسمبلیوں کے انتخابات مکمل ہوگئے ہیں۔ سب سے پہلے تو اس امر پر فوجی حکومت کی تحسین کی جانی چاہئے کہ اس نے سپریم کورٹ کے فیصلے کے مطابق تین سال کی مدت میں انتخابات کا انعقاد کرا کے اپنے ایک وعدے کی تکمیل کی ہے۔ دوسرے یہ بھی مقام شکر ہے کہ انتخابات پُر امن ماحول میں ہوئے ہیں۔ اگرچہ کچھ مقامات پر گڑبڑ کی اطلاعات ملی ہیں لیکن عمومی طور پر امن و امان کا کوئی مسئلہ پیدا نہیں ہوا۔ جہاں تک پولنگ' ووٹوں کی گنتی اور رپورٹنگ کا معاملہ ہے' یہ مرحلہ بھی بالکل شفاف طریقہ پر ہوا ہے۔ اگرچہ بعض حلقوں کی طرف سے ''پری پول رگنگ'' کے الزامات لگائے گئے ہیں لیکن میں سمجھتا ہوں کہ اس سے نتائج پر کوئی خاص اثر نہیں پڑا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جسے ''کنگز پارٹی'' کا نام دیا گیا تھا' اس نے بھی کوئی واضح اور قطعی اکثریت حاصل نہیں کی ہے۔ لہٰذا میرے نزدیک یہ انتخابات منصفانہ ہوئے ہیں اور حکومت نے زیادہ بھاری انداز میں کسی پلڑے میں اپنا وزن نہیں ڈالا۔ بلکہ انتخابات کے نتائج ہمارے معاشرے کی سوچ کے عکاس ہیں۔ مزید برآں' انتخابات کے حوالے سے یہ امر بھی باعث اطمینان ہے کہ کسی بھی جماعت نے ان کا بائیکاٹ نہیں کیا۔ اگرچہ سابق وزیراعظم نواز شریف کو انتخابات کے عمل سے باہر رکھا گیا اور کہا جا سکتا ہے کہ شہباز شریف اور کلثوم نواز کے کاغذات مسترد کرنے کے معاملے میں کچھ زیادتی ہوئی ہے' لیکن اس کے باوجود مسلم لیگ (ن) نے انتخابات میں بھرپور حصہ لیا۔ اسی طرح بے نظیر بھٹو بھی ملک سے باہر ہیں اور اگرچہ انہوں نے امریکہ سے آشیرباد حاصل کرنے کے لئے بہت بھاگ دوڑ کی لیکن چونکہ فی الحال امریکہ جنرل مشرف ہی کو اپنے حق میں بہتر سمجھتا ہے' لہٰذا وہاں سے بے نظیر بھٹو کو کوئی خاص حمایت حاصل نہ ہو سکی۔

ان انتخابات کے حوالے سے سب سے زیادہ حیرت افزا بات متحدہ مجلس عمل کی کامیابی ہے۔ یہ ایک بہت بڑا ''بریک تھرو'' ہے' جس کا ہمارے اندرونی ملکی حالات پر کافی گہرا اثر ہوگا۔ البتہ دینی عناصر کی کامیابی سے بین الاقوامی سطح پر مغربی اقوام کے کان کھڑے ہو گئے ہیں' کیونکہ حقیقت میں یہ اینٹی امریکہ ووٹ ہے۔ سرحد اور بلوچستان دراصل افغانستان کے ملحقہ علاقے ہیں جبکہ افغانستان کا معاملہ امریکہ کے لئے ابھی تک دردسر بنا ہوا ہے۔ ایسے میں اگر پاکستان میں بھی ایک زوردار امریکہ مخالف آواز پیدا ہو جائے تو اس خطرے کی گھنٹیاں وہائٹ ہاؤس' سٹیٹ ڈیپارٹمنٹ اور پنٹاگون میں یقیناً بجیں گی۔ اگرچہ اس بات کا کوئی امکان نہیں تھا کہ متحدہ مجلس عمل کو مطلق اکثریت حاصل ہو جائے گی' تاہم اسمبلیوں میں ان کا ایک معتدبہ تعداد میں آ جانا بھی ملک میں سیکولرائزیشن کے عمل کے آگے بند باندھنے میں مددگار ہوگا۔ خاص طور پر توہین رسالت کے قانون اور خواتین کی آزادی کے حوالے سے مغربی دباؤ کا مقابلہ کرنے میں یہ اتحاد اہم کردار ادا کر سکتا ہے۔

متحدہ مجلس عمل کی صورت میں درحقیقت دو جماعتیں یکجا ہوئی ہیں' یعنی جمعیت العلماء اسلام (فضل الرحمن اور سمیع الحق گروپ) اور جماعت اسلامی۔ باقی جماعتوں کی اس میں شمولیت علامتی سی رہی ہے۔ جہاں تک اہلِ حدیث کا تعلق ہے' پروفیسر ساجد میر اس کے صرف ایک دھڑے کے امیر ہیں اور ان کا ایک مخالفانہ بیان بھی آیا تھا کہ مجلس عمل میں شامل بعض جماعتیں حکومت کی ایجنٹ ہیں اور یہ کہ میں تو شروع سے اسے انتخابی اتحاد بنانے کے حق میں نہیں تھا۔ تاہم اس کے باوجود انہوں نے اس اتحاد سے علیحدگی کا باقاعدہ اعلان نہیں کیا۔ بریلوی مکتب فکر بھی اب بہت سے گروہوں میں تقسیم ہو چکا ہے اور ملکی سطح پر ان کا کوئی ایک لیڈر نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان انتخابات میں جمعیت العلماء پاکستان کی طرف سے کوئی خاص نمائندے بھی کھڑے نہیں کئے گئے۔ اسی طرح اہل تشیع کا معاملہ ہے' ان کے بھی کافی دھڑے وجود میں آ چکے ہیں۔ علامہ ساجد نقوی اگرچہ اتحاد میں شریک رہے لیکن بعد میں معلوم ہوا کہ ان کا اصل معاہدہ پیپلز پارٹی کے ساتھ تھا۔ اس کے باوجود انہوں نے علیحدگی اختیار نہیں کی۔ یوں متحدہ مجلس عمل میں اصل قوتیں جمعیت علماء اسلام اور جماعت اسلامی ہی تھیں۔ جدید تعلیم یافتہ مڈل کلاس طبقے میں جماعت اسلامی کا ایک خاص حلقہ ہے' جو پورے ملک میں پھیلا ہوا ہے۔ جمعیت علماء اسلام' جمعیت علماء ہند کی جانشین سمجھی جاتی ہے اور دینی مدارس' خاص طور پر سرحد اور بلوچستان میں ان کا کافی عمل دخل ہے۔ انتخابات میں مذہبی عناصر کو کامیابی اصل میں اس اتحاد ہی کی وجہ سے ملی ہے۔ بعض حلقوں کا یہ کہنا کہ اس میں افغان مسئلے کا دخل ہے اور یہ امریکہ مخالف ووٹ ہے' جزوی طور پر صحیح ہے کیونکہ اگر نوشہرہ میں قاضی حسین احمد بھی ہوتے اور ان کے مقابلے میں جے یو آئی کا بھی کوئی امیدوار کھڑا ہوتا تو پھر نصیر اللہ بابر کو شکست دینے کا امکان نہیں تھا۔ یہ ان کی باہمی انڈرسٹینڈنگ ہی تھی جس کی وجہ سے نتائج اتنے اچھے آئے ہیں۔ اسی لئے میں نے آپ کے سامنے سورۂ آل عمران کی آیات 102 اور 103 پڑھی ہیں:

> ''اے اہلِ ایمان! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو جتنا اس کے تقویٰ کا حق ہے' اور دیکھنا موت نہ آئے مگر حالت فرمانبرداری میں۔ اور اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور تفرقے میں نہ پڑو۔ یاد کرو اللہ کی اس رحمت کو جو تم پر ہوئی' جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے تو اللہ نے تمہارے دلوں میں ایک دوسرے کی اُلفت پیدا کر دی تو تم اس کی مہربانی سے بھائی بھائی بن گئے''۔

متحدہ مجلس عمل کی کامیابی اللہ کی رحمت خاص ہی کا ایک مظہر ہے جو ان دینی عناصر کے اتحاد کی برکت کا نتیجہ ہے۔ لہٰذا اس آیت کے مطابق اب متحدہ مجلس عمل کے رہنماؤں کو تقویٰ کی روش اختیار کرتے ہوئے مستقبل میں رواداری اور باہمی ہم آہنگی کا مظاہرہ کرنا چاہئے اور ہر

معاملے میں اللہ کی رسّی یعنی قرآن حکیم سے رہنمائی حاصل کرنی چاہئے۔

دراصل جے یو آئی اور جماعت اسلامی کے اتحاد کی صورت میں **80** برس بعد تاریخ نے اپنے آپ کو دہرایا ہے۔ **1920**ء میں جب جمعیت علماء ہند کا دوسرا سالانہ اجلاس شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ کی صدارت میں منعقد ہوا تھا تو اس وقت تمام جماعتیں ایک پلیٹ فارم پر یکجا ہو گئی تھیں ما سوائے مولانا احمد رضا شاہ بریلوی کے گھرانے کے۔ اگرچہ ان کا انتقال ہو چکا تھا لیکن ان کے صاحبزادگان اس اجلاس میں شریک نہیں ہوئے تھے۔ حالانکہ ان کے علاوہ بریلوی مکتب فکر کے باقی سب لوگ اس میں جمع تھے یعنی بدایونی' اجمیری' لکھنوی وغیرہ۔ مولانا محمود الحسنؒ کو میں چودھویں صدی ہجری کا مجدد اعظم سمجھتا ہوں جن کے شاگردوں میں مولانا مدنیؒ' مولانا اشرف علی تھانویؒ' مولانا شبیر احمد عثمانیؒ' مولانا انور شاہ کاشمیریؒ' مولانا عبیداللہ سندھیؒ' مولانا مفتی کفایت اللہؒ جیسے عظیم لوگ شامل ہیں جو ان کی تجدیدی مساعی کا اصل مظہر ہیں۔ تاہم ان کے اصل جانشین ہونے کا معاملہ اختلافی ہے۔ عملاً تو ان کے جانشین مولانا سید حسین احمد مدنیؒ بنے لیکن اپنی زندگی کے آخری ایام میں مولانا محمود الحسنؒ نے مولانا ابوالکلام کو نامزد کیا تھا کہ انہیں شیخ الہند تسلیم کر کے ان کے ہاتھ پر بیعت کی جائے۔ اس حوالے سے ان کے اصل جانشین تو مولانا ابوالکلام آزاد تھے لیکن واقعتاً یہ منصب مولانا مدنیؒ نے سنبھالا کیونکہ علماء نے ابوالکلام آزاد کی سیادت کو قبول کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ چنانچہ جمعیت العلماء اسلام کے دونوں دھڑے یعنی فضل الرحمٰن گروپ اور سمیع الحق گروپ مولانا مدنیؒ کے عقیدت مند ہیں جبکہ جماعت اسلامی مولانا ابوالکلام آزاد کے رخ پر چل رہی ہے۔ اس اعتبار سے دونوں قوتوں کا باہم قریب آ جانا گویا ماضی کی طرف لوٹنے کی ایک شکل ہے۔ اس سے یقیناً بہت سا خیر برآمد ہوگا۔ دوسری طرف مولانا نورانی کی شمولیت کا بھی ایک تاریخی حوالہ ہے۔ ہندوستان میں جب تحریک خلافت کا آغاز ہوا تھا تو اس میں بھی تمام مذہبی عناصر شامل ہو گئے تھے' سوائے مولانا احمد رضا بریلوی کے گھرانے کے۔ مولانا نورانی کے والد مولانا عبدالحلیم صدیقی اگرچہ مولانا احمد رضا بریلوی کے مرید تھے لیکن اس کے باوجود انہوں نے تحریک خلافت میں شرکت کی تھی۔ اس طرح متحدہ مجلس عمل میں مولانا نورانی کی شرکت ان کی وسعت قلبی کی ایک علامت ہے۔ ماضی میں اگرچہ جے یو آئی اور جماعت اسلامی اپنے اپنے ڈگر پر چلتی رہی ہیں اور اس دوران ان کے درمیان تلخی بھی پیدا ہوئی ہے۔ مولانا مودودی نے ایک زمانے میں مولانا مدنی پر بڑی شدید تنقید کی تھی جس کے نتیجے میں مولانا مدنی کے عقیدت مند مولانا مودودی سے بدظن ہوئے اور جماعت اسلامی سے انہیں شدید مخاصمت ہو گئی تھی۔ لہٰذا اب ان کے مابین قرب ہونا ایک بہت ہی اچھی علامت ہے۔

میں نے اوپر جو آیات پڑھی ہیں' وہ بہت حد تک موجودہ صورت حال پر منطبق ہوتی ہیں اور یہ اب وقت کا تقاضا بھی ہے کہ متحد ہوا جائے کیونکہ اسلام کے خلاف پورا عالم کفر جمع ہو رہا ہے۔ یہودی تو ہمیشہ سے مسلمانوں کے دشمن تھے' اب ان کے زیر اثر عیسائی بھی اسلام کے خلاف ہو گئے ہیں۔ عیسائیوں کا عقیدہ یہ ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کی آمد گریٹر اسرائیل کے قیام پر موقوف ہے۔ لہٰذا وہ یہودیوں کی مدد کر رہے ہیں اور جلد از جلد تھرڈ ٹیمپل تعمیر کر کے حضرت داؤدؑ کا تخت بنانا چاہتے ہیں تاکہ حضرت عیسیٰؑ کی آمد ہو سکے۔

ان عالمی حالات کے پیش نظر دینی عناصر کا متحد ہونا وقت کی ایک اہم ضرورت تھی' جس کی برکات بھی سامنے آ گئی ہیں۔ اب کم سے کم دو صوبوں میں ان کی ایک حیثیت ہے جبکہ قومی سطح پر بھی کم و بیش **50** نشستیں متحدہ مجلس عمل نے حاصل کر لی ہیں۔ یہ ایک قابل قدر تعداد ہے اور ان کی اہمیت کو تسلیم کیا جائے گا۔ اب وہ موجودہ حکمرانوں کے بہت سے غیر اسلامی اقدامات کے راستے میں رکاوٹ بن سکتے ہیں۔ تاہم یہ صورتِ حال دینی عناصر کے لئے ایک بہت بڑے امتحان کی حیثیت رکھتی ہے اور اب انہیں پھونک پھونک کر قدم رکھنا ہوگا۔ چنانچہ ان حالات میں' میں متحدہ مجلس عمل کی قیادت کو کچھ مشورے دینا چاہتا ہوں۔

**1**۔ سب سے پہلی بات تو یہ کہ اس اتحاد کو مستقل شکل دینے کے لئے ایک دستوری ڈھانچہ ترتیب دیا جائے۔ اب تک تو انتخابات کی وجہ سے یہ اتحاد قائم تھا' لیکن اب ایک باقاعدہ دستور کی عدم موجودگی کی صورت میں کسی اختلاف کا اندیشہ ہو سکتا ہے۔

**2**۔ دوسرے یہ کہ انتخابی عمل کے ذریعے تبدیلی لانے کی خواہشمند دیگر دینی جماعتوں کو بھی اس اتحاد میں شمولیت کی دعوت دے کر اسے توسیع دینی چاہئے۔

**3**۔ جن صوبوں میں متحدہ مجلس عمل کو واضح اور قطعی اکثریت حاصل ہوئی ہے وہاں تو اپنی حکومت بنانے میں حرج نہیں۔ لیکن اس کے برعکس کسی اور صوبے یا مرکز میں دوسری بڑی جماعت کے ساتھ چھوٹے گروپ کی حیثیت سے شامل ہو کر حکومت سازی کرنا متحدہ مجلس عمل کے لئے نہایت مہلک اور خطرناک نتائج کا حامل ہوگا۔ کیونکہ ایک نظریاتی جماعت اس طرح کے کسی مخلوط نظام میں آنے کے بعد نقصان میں رہتی ہے اور اسے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ لہٰذا انہیں حکومت میں شمولیت کے بجائے قومی اسمبلی میں ایک مضبوط پریشر گروپ بنا کر اسلام کے خلاف ہونے والے اقدامات کی راہ میں رکاوٹ بننا چاہئے۔ کیونکہ قرآن کا حکم یہی ہے کہ ''تم میں سے ایک ایسی جماعت وجود میں آنی چاہئے جو خیر کی طرف دعوت دے' نیکی کا حکم دے اور بدی سے روکے''۔

متحدہ مجلس عمل اگر اسمبلیوں کے اندر نیکی کا پرچار کرنے اور بدی کو روکنے کا کردار اختیار کرے گی تو یقیناً بہت فائدہ ہوگا۔ اسے مرکزی حکومت کی جوڑ توڑ میں ہرگز شامل نہیں ہونا چاہئے۔

(مرتب: محمد خلیق)

## سال اقبال **2002**ء کے حوالے سے

# ''ندائے خلافت'' کی اشاعت خصوصی

چار ماہ قبل جون میں ''ندائے خلافت'' کا جو ''فلسطین نمبر'' شائع ہوا تھا' ابنائے وطن نے اسے بے حد پسند کیا۔ سال رواں کو چونکہ ملکی و سرکاری سطح پر ''سال اقبال'' قرار دیا گیا ہے' لہٰذا اس نسبت سے یہ تجویز ہمارے سامنے آئی کہ شاعر اسلام کو ''ندائے خلافت'' کی جانب سے ہدیہ عقیدت پیش کرنے کی خاطر کیوں نہ ایک خصوصی نمبر شائع کیا جائے جس کے ذریعے ان کا انقلابی و آفاقی پیغام جو دراصل قرآنِ حکیم ہی کی ترجمانی پر مشتمل ہے' بہتر اور موثر انداز میں مسلمانانِ پاکستان کے سامنے لایا جائے۔ چنانچہ اس ضمن میں ایک اچھوتا موضوع:

## ''پیام اقبال بنام نوجوانان ملت''

منتخب کیا گیا ہے۔ ''ندائے خلافت'' کا یہ خصوصی شمارہ تیاری کے مراحل میں ہے اور ان شاء اللہ **31** اکتوبر تک شائع ہو جائے گا۔ تاہم اس ضخیم اشاعتِ خصوصی کی طباعت اور تدوین کے باعث ندائے خلافت کا اگلا شمارہ شائع نہیں ہوگا۔ براہ کرم قارئین وایجنٹ حضرات نوٹ فرمالیں۔ (ادارہ)

# انتخابات کے بعد کی صورت حال اور ’’متحدہ مجلس عمل‘‘ کے لئے لائحہ عمل!

تجزیہ نگار کے نقطۂ نظر سے ادارہ کا کامل اتفاق ضروری نہیں

ابوالحسن

اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ الیکشن 2002ء طے شدہ شیڈول کے مطابق 10 اکتوبر کو بخیر و عافیت منعقد ہو گئے اگرچہ تشدد کے بعض واقعات ہوئے لیکن تیسری دنیا کے ممالک میں ایسے واقعات انتخابات کا لازمی حصہ ہوتے ہیں۔ بحیثیت مجموعی انتظامیہ امن و امان قائم رکھنے میں کامیاب رہی اور صورت حال مکمل طور پر کنٹرول میں رہی۔ حکومت اور الیکشن کمیشن کی طرف سے انتخابات کے مکمل طور پر غیر جانبدار اور شفاف ہونے کا دعویٰ کیا گیا ہے لیکن یورپی یونین کے مبصرین نے بعض بے ضابطگیوں کی نشان دہی کی ہے جبکہ حکومت مخالف عناصر خصوصاً مسلم لیگ (ن) نے بڑے پیمانے پر دھاندلیوں کا الزام لگاتے ہوئے الیکشن کو فراڈ قرار دیا ہے۔ راقم کی رائے میں اکادکا واقعات کے سوا انتخابات میں کوئی بڑی سطح پر دھاندلی نہیں ہوئی البتہ لاہور میں ایک جرنیل زادے کو جتانے کے لئے حکومت ضرور روسیاہ ہوئی اور اپنی کریڈیبلٹی کو داغ دار کیا۔

انتخابات کے نتائج سے جو پارٹی پوزیشن واضح ہوئی ہے اس کے مطابق مرکز میں کوئی جماعت سادہ اکثریت حاصل نہیں کر سکی جبکہ صوبہ پنجاب میں مسلم لیگ (ق) صوبہ سرحد اور بلوچستان میں مجلس عمل اور صوبہ سندھ میں پاکستان پیپلز پارٹی پارلیمنٹرین گروپ نے زیادہ نشستیں حاصل کی ہیں۔ انتخابات کے نتائج کے بارے میں دو باتیں بڑے زور و شور کے ساتھ کہی جا رہی ہیں ایک یہ کہ مرکز میں کسی جماعت کا سادہ اکثریت بھی حاصل نہ کرنا صدر مشرف کے طے شدہ منصوبے کے عین مطابق ہے فوجی صدر کی خواہش تھی کہ کوئی جماعت اکثریت حاصل نہ کر سکے کیونکہ ایک معلق (Hung) پارلیمنٹ سے سودے بازی کرنا اور اپنی شرائط پر اقتدار منتقل کرنا آسان ہو گا۔ دوسری اہم بات یہ ہے کہ بعض نافرمانیوں کی وجہ سے مشرف امریکہ کے لئے ناپسندیدہ ہو چکے تھے وہ انہیں تبدیل کرنا چاہتا تھا مشرف نے جوابی وار یہ کیا کہ سرحد اور بلوچستان میں مذہبی انتہا پسندوں کو جتوا دیا تاکہ امریکہ کے لئے مشرف ایک بار پھر ناگزیر ہو جائے اور وہ افغانستان میں اپنی پوزیشن مستحکم کرنے کے لئے سرحد اور بلوچستان کی حکومتوں کی بجائے صرف فوج اور آئی ایس آئی کا محتاج رہے گا اور فوج میں ابھی مشرف کا کوئی متبادل نہیں ہے۔ آیئے پہلے پہلی بات کا تجزیہ کرتے ہیں جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ معلق پارلیمنٹ مشرف کا کارنامہ ہے اصل سوال یہ ہے کہ کیا کوئی جماعت کسی لحاظ سے بھی اس پوزیشن میں تھی کہ دو سو بہتر (272) میں سے ایک سو سینتیس (137) نشستیں حاصل کر لیتی۔ 1997ء میں ہیوی مینڈیٹ حاصل کرنے والی مسلم لیگ ’’ن‘‘ اور ’’ق‘‘ میں تقسیم ہو چکی تھی۔ مسلم لیگ ’’ن‘‘ صرف پنجاب میں مقبول تھی یہاں اگرچہ اس کی جڑیں عوام میں تھیں لیکن ایسی بہت سی شخصیتیں جن کی آبائی نشستیں ہیں اور وہ ہار کے لفظ سے ناآشنا تھیں انہیں پہلے ہی ’’ق‘‘ کی طرف دھکیل دیا گیا تھا۔ لہٰذا دونوں جماعتیں اس پوزیشن میں نہیں تھیں کہ اسمبلی میں واضح اکثریت حاصل کر سکتیں۔ بے نظیر کو نواز شریف دور میں سکیورٹی رسک کہہ کر اور زرداری کی کرپشن کو بے تحاشہ اچھال کر پی پی پی کو پنجاب کے عوام کے لئے ناقابل قبول بنا دیا گیا تھا۔ مجلس عمل نے دو صوبوں میں بڑی اعلیٰ کارکردگی کا مظاہرہ تھا لیکن ان صوبوں میں کل قومی نشستیں 48 ہیں چنانچہ مجلس عمل کا اکثریتی پارٹی بننے کا کوئی سوال نہ تھا۔ کچھ علاقائی پارٹیاں ہیں لہٰذا سیدھی سی بات ہے یہ کسی کی منصوبہ بندی تھی یا نہیں تھی اصل بات یہ ہے کہ ایک منتشر اور منقسم قوم کا مقدر ہنگ پارلیمنٹ کے سوا کچھ نہیں ہو سکتا تھا۔ جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ امریکہ کے غضب سے خود کو محفوظ رکھنے کے لئے جنرل مشرف نے صوبہ سرحد اور بلوچستان میں مذہبی جماعتوں کو کامیاب کروایا ہے۔ یہ بات اگرچہ مضبوط دلائل کے ساتھ کی گئی ہے لیکن زیادہ تر ان حلقوں سے آ رہی ہے جن کے لئے مذہبی جماعتوں کی کامیابی کو ہضم کرنا بہت مشکل ہے اور جو مذہبی جماعتوں کی کامیابی کو اپنی ناکامی سمجھتے ہیں حالانکہ سیدھی سی بات ہے کہ مجلس عمل کی کامیابی افغان مسئلہ کی مرہون منت ہے۔ سرحد اور بلوچستان کے عوام یہ سمجھتے ہیں کہ امریکہ نے افغانستان میں ان کے مسلمان بھائیوں کے خون سے ہولی کھیلی اور بدترین قتل و غارت گری کا بازار گرم کیا وہ مشرف اور اس کی حکومت کو برابر کا شریک جرم سمجھتے ہیں لہٰذا ردعمل میں عوامی ریلا آیا اور سرحد کی سیکولر جماعتیں اے این پی اور پیپلز پارٹی وغیرہ اس میں بہہ گئیں۔ سرحد کے عوام سمجھتے تھے کہ اگر کوئی سیکولر جماعت برسر اقتدار آ گئی تو وہ افغانستان کے معاملہ میں مشرف سے تعاون کرے گی جو حقیقتاً امریکہ سے تعاون ہو گا۔ جبکہ مجلس عمل کے رہنما پوری شدت سے امریکہ مخالف جذبات کا اظہار کر رہے تھے لہٰذا سرحد اور بلوچستان کے صوبوں کے عوام نے اپنی نمائندگی کے لئے مجلس عمل کو چن لیا۔ اس کامیابی کی ایک اہم وجہ یہ بھی تھی کہ عوام کا مذہبی رہنماؤں سے دیرینہ مطالبہ تھا کہ وہ ایک پلیٹ فارم پر جمع ہو جائیں اس مرتبہ انہوں نے یہ مطالبہ تسلیم کر لیا جس پر انہیں بے مثال رسپانس ملا۔

انتخابات کے بعد حکومت سازی کے حوالہ سے مرکز میں صورت حال بڑی غیر یقینی اور پیچیدہ ہے۔ کسی جماعت کو اکثریت حاصل نہیں لہٰذا ہر جماعت کو حکومت سازی کے لئے دوسری جماعتوں کا تعاون درکار ہے۔ یہ تعاون کس طرح حاصل کیا جا سکتا ہے۔ مسلم لیگ ’’ن‘‘ اور ’’ق‘‘ دو کناروں کی مانند ہیں کہ ان کا ملاپ ممکن نہیں۔ پاکستان پیپلز پارٹی اور مذہبی جماعتیں ماضی میں آگ اور پانی کی مانند رہی ہیں نئی صورت حال میں وہ کیا رویہ اختیار کرتے ہیں کچھ کہنا قبل از وقت ہے البتہ اگر انہوں نے تعاون کیا دونوں اطراف سے کارکنوں اور معاونین کی طرف سے شدید اعتراضات پیدا ہو سکتے ہیں۔ ’’ق‘‘ نے جن وجوہات کی بنا پر جنم لیا تھا ان میں سے اہم ترین وجہ یہ تھی کہ نواز شریف 12 اکتوبر کے بعد پی پی پی سے تعاون کرنا چاہتے تھے لہٰذا خود ’’ق‘‘ والے اب پی پی پی سے کس طرح تعاون کریں گے۔ آزاد ممبران کی اچھی خاصی تعداد اسمبلی میں موجود ہو گی ایم کیو ایم اور یہ آزاد ممبران حکومت سازی میں اہم رول ادا کر سکتے ہیں لیکن تین بڑی جماعتوں میں سے کوئی ایک جماعت محض ایم کیو ایم اور آزاد ممبروں کی حمایت سے حکومت نہیں بنا سکتی۔ لہٰذا مرکز میں حکومت بنانا مشکل کام نظر آتا ہے اور جو زبردستی کے جوڑ توڑ سے حکومت بنے گی اس کا چلنا اور مدت پوری کرنا بڑا دشوار دکھائی دیتا ہے۔ لہٰذا مرکز میں کسی ایک حکومت کا پانچ سال تک قائم رہنا کسی معجزہ سے کم نہ ہو گا۔ البتہ سابقہ تلخ تجربات نئی مرکزی حکومت کے لئے فائدہ مند ہو سکتے ہیں۔ وہ تلخ تجربات یہ تھے کہ اسمبلیوں کے ٹوٹنے سے نہ صرف دونوں بڑی جماعتوں یعنی پاکستان مسلم لیگ اور پاکستان پیپلز پارٹی کو شدید نقصان پہنچا بلکہ خود اسمبلیاں توڑنے والے صدور بھی انجام بد سے دوچار ہوئے۔ صدر ضیاء الحق نے

جونیجو کی اسمبلی توڑی تو ان کی بدترین دشمن پی پی پی برسراقتدار آ گئی۔ صدر اسحٰق نے دو اسمبلیاں توڑیں دوسری اسمبلی توڑنے پر انہیں خود بھی وزیراعظم کے ساتھ رخصت ہونا پڑا۔ فاروق لغاری نے اپنی قائد بے نظیر کی اسمبلی توڑی لیکن اگلے وزیراعظم نواز شریف کے ہاتھوں خود ذلیل و رسوا ہو کر رخصت ہوئے۔ لہٰذا سیاسی جماعتوں کی بقا اس میں ہے کہ وہ سیاسی مخالفت کو محاذ آرائی اور ذاتی دشمنی نہ بننے دیں اور صدر بھی سوچیں کہ اسمبلی توڑنا کل کلاں خود ان کے لئے مصیبت بن جائے گا۔

بہرحال مرکز میں کوئی جماعت حکومت بنائے مجلس عمل کو قومی اسمبلی میں ایک پریشر گروپ کی صورت اختیار کرنی چاہئے اور **312** ارکان کے ایوان میں **50** یا **55** ممبران کی قوت کے ساتھ حکومت بنانا اپنے لئے شجر ممنوعہ قرار دینا چاہئے۔ اگر مجلس عمل نے کھینچ تان کر مرکز میں حکومت بنائی تو وہ ہر دم سیکولر قوتوں کی محتاج ہوگی' پالیسیاں سیکولر قوتوں کی چلیں گی اور بدنامی متحدہ مجلس عمل کے حصہ میں آئے گی اور وہ اسلام کے حوالہ سے قطعی طور پر کوئی خدمت ادا نہیں کرسکیں گے البتہ مجلس عمل کو صوبہ سرحد اور بلوچستان میں حکومتیں قائم کرنا ہوں گی لیکن یہ حکومتیں واقعتاً مثالی حکومتیں بنیں اور دیکھنے والے کو صاف دکھائی دینا چاہئے کہ اسلامی نظام حکومت میں حکمرانوں کا طرز عمل کتنا مختلف ہوتا ہے۔ مجلس عمل کو ایک ایسا موقع میسر آیا ہے جس کی بنیاد پر وہ ملک بھر میں چھا جائیں گے اور دوسرے دو صوبے اگلے انتخابات میں مجلس عمل کی طرف لپکیں گے لیکن اگر اسلام کے نعرے لگانے والے اور خلفائے راشدین کے دور کے حیران کن واقعات سنانے والوں نے اپنا طرز عمل پاکستان کے سابقہ حکمرانوں سے یکسر مختلف ثابت نہ کیا تو یہ پاکستان سے حرف غلط کی طرح مٹ جائیں گے لہٰذا مجلس عمل کے ذمہ دار حضرات کو غور کرنا ہوگا کہ کتنی بھاری ذمہ داری ان کے کندھوں پر آن پڑی ہے۔ خارجہ پالیسی کے حوالہ سے بھی انہیں یقیناً آزاد اور مسلم دوست خارجہ پالیسی کی طرف بڑھنا ہوگا لیکن یہاں بھی احتیاط کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوٹ جانا چاہئے۔ نعرہ بازی اور ڈینگیں مارنے سے اجتناب کرنا ہوگا اور عمل پر زور دینا ہوگا۔ امریکی فوجیوں کو پاک سرزمین سے یقیناً نکلنا چاہئے لیکن ایسا کرنے کے لئے حکیمانہ انداز اختیار کرنا ہوگا اور بتدریج اپنے ہدف کی طرف بڑھنا چاہئے اس وقت امریکہ ایک بدمست ہاتھی ہے ہمیں اس کی بدمستی سے نمٹنے کے لئے پھونک پھونک کر قدم اٹھانا ہوگا۔ امریکہ ایک خوفناک طاقت بن چکا ہے ہمیں اس کے شکنجہ سے آزادی بھی حاصل کرنا ہے لیکن اسے مشتعل کرنے سے گریز کرنا چاہئے اسے کوئی ایسا عذر مہیا نہیں کرنا چاہئے کہ وہ طاقت کے استعمال پر اتر آئے ہمیں اپنے اور امت مسلمہ کے مفادات کی حفاظت بھی کرنی ہے اور امریکہ سے براہ راست تصادم سے گریز بھی کرنا ہوگا۔ ایٹمی قوت دفاعی قوت بڑھانے اور جنگ روکنے کا ایک ہتھیار ہے اس کے استعمال کی دھمکیاں دینا انتہائی خطرناک ثابت ہوسکتی ہیں۔ مجلس عمل کا ہدف پاکستان میں حقیقی اسلامی نظام کا قیام ہونا چاہئے لیکن نعرہ بازی کی بجائے اس طرف حقیقی پیش رفت ہونی چاہئے۔ ہمیں اسلام کے تمام بنیادی اصولوں کو دانتوں سے پکڑنا ہوگا ان پر کوئی سمجھوتہ ممکن نہیں لیکن انداز دھیما اختیار کرنا ہوگا اس لئے کہ اپنے ہدف کے حصول کا بہترین طریقہ یہی ہے اللہ سے دعا ہے کہ مجلس عمل کی کامیابی پاکستان میں حقیقی اسلامی نظام کے قیام کی بنیاد بن جائے۔ (آمین)

## انتقال پُر ملال

☆ تنظیم اسلامی لاہور شرقی کے رفیق انجینئر شاہد اقبال خان کے دادا جان کا **9** اکتوبر کو انتقال ہوگیا۔ مرحوم کے لئے احباب سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

☆ تنظیم اسلامی لاہور شرقی کے رفیق حافظ ذکاء اللہ صدیقی کی پھوپھی کا **11** اکتوبر کو انتقال ہوگیا۔

☆ تنظیم اسلامی وہاڑی کے امیر راؤ محمد جمیل کی خوش دامن انتقال کرگئی ہیں

رفقاء واحباب سے ان مرحومین کے لئے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

ندائے خلافت کے ایک مستقل قاری کی جانب سے

## متحدہ مجلس عمل کے رہنماؤں کے نام ایک پیغام

اگر "حب علی" کے ووٹوں سے دینی جماعتوں کو کامیابی ہوتی تو کیا ہی اچھی بات ہوتی لیکن "بغض معاویہ" کے ووٹوں سے ہونے والی اس کامیابی کی بنیاد کمزور بھی ہے اور منفی بھی۔ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ لوگ امریکہ کو ناپسند کرتے ہیں لیکن اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ لوگ اسلام کو پسند کرتے ہیں۔ غلط فہمی سے بچتے ہوئے ضرورت ہے کہ موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے "امریکہ ناپسندوں" کو "اسلام ناپسندوں" میں **CONVERT** کرنے کا کام ایک منصوبہ بندی کے ساتھ کیا جائے۔ دوسری ضرورت یہ ہے کہ الجزائر اور ترکی کے تجربات کو ذہن میں رکھتے ہوئے سیاسی اور حکومتی امور میں جوش سے نہیں بلکہ ہوش سے کام کیا جائے۔

لطف الرحمٰن خان' لاہور


KHALID TRADERS

IMPORTERS - INDENTORS - STOCKISTS & SUPPLIERS OF WIDE VARIETY OF BEARINGS, FROM SUPER - SMALL TO SUPER - LARGE

NTN

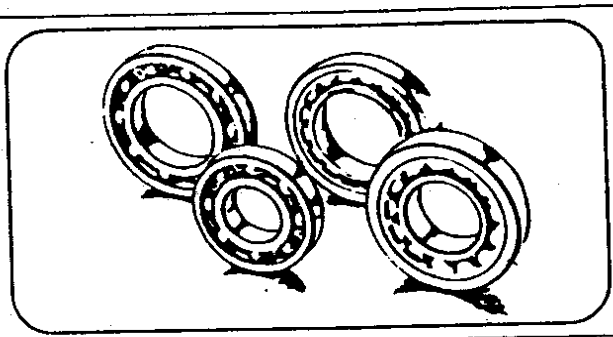

**PLEASE CONTACT**

Opp. K.M.C. Workshop, Nishtar Road, Karachi-74200, Pakistan.
G.P.O. Box # 1178 Phones : 7732952 - 7730595 Fax : 7734776 - 7735883
E-mail : ktntn@poboxes.com

FOR AUTOMOTIVE BEARINGS : SIND BEARING AGENCY, 64 A-65
Manzoor Square Noman St. Plaza Quarters Karachi-74400(Pakistan)
Tel : 7723358-7721172

LAHORE : 5 - Shahsawar Market, Rehaman Gali No. 4, 53-Nishtar Road, Lahore-54000, Pakistan. Phones 7639618,7639718,7639818, Fax. (42) 763-9918

GUJRANWALA: 1-Haider Shopping Centre, Circular Road, Gujranwala Tel 41790-210607

WE MOVE FAST TO KEEP YOU MOVING

# خلیفہ چہارم حضرت علیؓ

## مختصر حالات اور فضائل و مناقب (۱)

محمد یونس جنجوعہ

آپ کا نام علیؓ' کنیت ابوالحسن اور ابوتراب' حیدر لقب تھا۔ والد کا نام ابوطالب تھا۔ آپ رسول اللہ ﷺ کے حقیقی چچازاد بھائی تھے۔ چونکہ رسول اللہ ﷺ کے والد آپ ﷺ کی پیدائش سے پہلے ہی وفات پا چکے تھے۔ جب رسول اکرم ﷺ کی عمر چھ برس کی ہوئی تو آپ ﷺ کی والدہ کا بھی انتقال ہو گیا۔ اس طرح رسول اللہ ﷺ کی کفالت آپ ﷺ کے دادا عبدالمطلب نے کی اور جب اُن کا بھی انتقال ہو گیا تو آپ ﷺ اپنے چچا ابوطالب کی کفالت میں آ گئے جنہوں نے نہایت شفقت اور محبت سے آپ ﷺ کی پرورش کی۔ جب آپ ﷺ نے اعلان نبوت کیا اور اہل مکہ آپ ﷺ کے دشمن بن گئے تو ابوطالب نے ہر موقعہ پر آپ کی حمایت کی اور کبھی تنہا نہ چھوڑا۔ جس سال ابوطالب کا انتقال ہوا اسی سال آپ ﷺ کی بیوی حضرت خدیجہؓ کی بھی رحلت ہوئی۔ ان دونوں غمگساروں کی وفات آپ ﷺ کے لئے بڑا صدمہ تھی چنانچہ اس سال کو عام الحزن کہا جاتا ہے۔

ابوطالب کثیر العیال تھے۔ معاشی حالت اچھی نہ تھی۔ عسرت میں گزر بسر ہو رہی تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے اُن کی اس پریشانی کا احساس کرتے ہوئے علیؓ کو اپنی کفالت میں لے لیا۔ علی بن ابی طالب اب ام المومنین خدیجہ الکبریٰ اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رہنے لگے۔

جب رسول اللہ ﷺ پر نزولِ وحی کا آغاز ہوا تو حضرت خدیجہؓ اور آپ ﷺ مصروفیت عبادت ہو گئے۔ علی نے دیکھا تو رسول اللہ ﷺ سے اس کے بارے میں دریافت کیا۔ جب آپ ﷺ نے حقیقتِ حال بیان کی تو علی ایمان لے آئے۔ مگر ابھی اعلان کرنے کی اجازت نہ تھی۔ بعد ازاں جب آپ ﷺ نے قریش کے سرداروں کی دعوت کی اور وہاں نبوت کا اعلان کیا اور دعوتِ اسلام دی تو سب نے مخالفانہ رویے کا اظہار کیا مگر علی اٹھ کر کھڑے ہوئے اور کہا اگرچہ میں کمسن ہوں' میری ٹانگیں پتلی اور آنکھیں دکھتی ہیں مگر میں آپ کا حامی اور ساتھی ہوں۔ اس کے ساتھ ہی مشکلات کا دور شروع ہو گیا۔ جو لوگ اسلام قبول کرتے اُن کو سخت اذیتیں دی جاتیں۔ یہاں تک مسلمانوں کے لئے مکہ میں رہنا مشکل ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ کا حکم پا کر آپ ﷺ نے اجازت دی تو اِکا دُکا مسلمان مدینہ جانا شروع ہو گئے۔ جب رسول اللہ ﷺ کی ہجرت کا وقت آیا آپ نے رفیق سفر ابوبکرؓ کو بنایا اور حضرت علیؓ کو اپنے بستر پر لیٹنے کو کہا تا کہ وہ کفار کی امانتیں واپس کر کے عازم مدینہ ہوں۔ چنانچہ آپؓ نے ایسا ہی کیا۔ اس وقت حضرت علیؓ کی عمر بائیس سال سے زیادہ نہ تھی۔ اس عمر میں جانثاری کا یہ مظاہرہ آپؓ کی شجاعت اور جواں مردی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی روانگی کے دو تین بعد حضرت علیؓ نے بھی سفرِ ہجرت اختیار کیا اور مدینہ پہنچ گئے۔ جب آپ ﷺ نے مہاجرین اور انصار مدینہ کے درمیان رشتہ اخوت قائم کیا یعنی ایک مہاجر کو ایک انصاری کا بھائی بنایا تو حضرت علیؓ کو رسول اللہ ﷺ نے اپنا بھائی قرار دیا۔ مدینہ پہنچ کر سب سے پہلا کام مسجد نبوی کی تعمیر تھا۔ اس مقدس کام میں جہاں دوسرے مسلمانوں نے حصہ لیا۔ وہاں خود رسول اللہ ﷺ بھی مزدوروں کی طرح کام کرتے رہے اور حضرت علیؓ بھی اینٹیں اور گارا لا لا کر دیتے رہے۔

مدینہ پہنچے تو اگلے ہی سال جنگِ بدر درپیش ہوئی۔ دستور کے مطابق اول انفرادی مقابلے ہوئے جس میں حضرت علیؓ نے اپنے حریف ولید کو قتل کیا۔ بعد ازاں حضرت عبیدہؓ کی مدد کی اور اُن کے حریف شیبہ کو بھی ڈھیر کیا۔ پھر کھلی جنگ ہوئی تو حضرت علیؓ کی تلوار ذوالفقار نے گاجر مولی کی طرح کافروں کو کاٹا اور نتیجتاً اس جنگ میں مسلمان کامیاب رہے۔

2 ہجری میں حضرت علیؓ کو رسول اللہ ﷺ کی دامادی کا شرف حاصل ہوا۔ حضرت علیؓ نے حضرت فاطمہؓ کے ساتھ عقد کی خواہش ظاہر کی تو رسول اللہ ﷺ نے آمادگی کا اظہار کیا' بلالؓ کو بازار بھیجا تا کہ عطر اور خوشبو لے کر آئیں آپ ﷺ نے خود نکاح پڑھایا اور میاں بیوی پر وضو کا پانی چھڑکا۔ نکاح کے دس گیارہ ماہ بعد رخصتی ہوئی۔ حضرت علیؓ نے مکان کرایہ پر لیا اور بنت رسول حضرت فاطمہؓ کو لے کر اس مکان میں رہائش اختیار کی۔ رسول اللہ ﷺ نے اس موقعہ پر گھریلو استعمال کی چند ضروری چیزیں حضرت علیؓ کو دیں۔ حضرت علیؓ نے سادگی کے ساتھ دعوت ولیمہ کا انتظام کیا۔

3 ہجری میں غزوہ اُحد پیش آیا جس میں درہ میں متعین تیر اندازوں کے جگہ چھوڑنے اور خالد بن ولید (جو اس وقت ایمان نہیں لائے تھے) کے اچانک حملہ کرنے سے لشکر اسلام میں بھگدڑ مچ گئی۔ مصعب بن عمیرؓ رسول اللہ ﷺ کی حفاظت کرتے ہوئے شہید ہو گئے۔ اب آگے بڑھ کر علم حضرت علیؓ نے سنبھالا۔ کفار کے علم بردار ابو سعد بن طلحہ کو قتل کیا جس سے جنگ کا پانسہ پلٹ گیا۔ اگرچہ مسلمانوں کا کافی نقصان ہوا تاہم بالآخر فتح مند رہے۔ تاہم اس دوران رسول اللہ ﷺ کے دندانِ مبارک شہید ہو چکے تھے۔ حضرت علیؓ انہیں پہاڑ پر لے گئے جہاں حضرت فاطمہؓ نے زخم کو دھویا اور پٹی کی۔

5 ہجری میں جنگ احزاب کے موقعہ پر دفاع کے پیش نظر مدینہ کے تین طرف خندق کھودی گئی۔ کفار کی طرف سے سواروں کے سردار عمرو بن عبدود نے مقابلے کے لئے چیلنج کیا تو حضرت علیؓ مقابلے پر آئے۔ عمرو بن عبدود وقت کا سورما مشہور تھا اور وہ اپنے آپ کو کئی جوانمردوں پر بھاری سمجھتا تھا۔ مگر حضرت علیؓ سے مقابلہ ہوا تو آپؓ نے اسے بھی ڈھیر کر دیا۔

6 ہجری میں جب رسول اللہ ﷺ عمرہ کے ارادہ سے نکلے تو حدیبیہ کے مقام پر پہنچ کر معلوم ہوا کہ قریش مزاحمت کریں گے۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عثمانؓ کو سفیر بنا کر مکہ بھیجا۔ جب حضرت عثمانؓ کی واپسی میں دیر ہوئی تو مشہور ہوا کہ اہل مکہ نے انہیں شہید کر دیا ہے۔ اس پر آپ ﷺ نے حضرت عثمانؓ کے انتقام کے لئے صحابہ کرامؓ سے بیعت لی مگر بعد ازاں خبر غلط ثابت ہوئی اور کفار نے چند شرائط پر صلح پیشکش کی۔ اس موقعہ پر صلحنامہ حضرت علیؓ نے ہی تحریر کیا۔ جب آپؓ نے صلحنامہ کے آغاز میں محمد رسول اللہ ﷺ لکھا تو کفار نے اس پر اعتراض کیا اور محمد بن عبداللہ لکھنے کو کہا۔ آپ ﷺ نے حضرت علیؓ کو کہا کہ رسول اللہ کے الفاظ مٹا دو۔ مگر آپؓ ادب ملحوظ رکھتے ہوئے اس پر راضی نہ ہوئے۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے خود اپنے دستِ مبارک سے یہ الفاظ مٹائے اور صلحنامہ کی مکمل عبارت لکھی

7 ہجری میں خیبر کا قلعہ فتح ہوا۔ اس مہم پر پہلے ابوبکرؓ اور پھر عمرؓ کو بھیجا گیا مگر کامیابی نہ ہوئی۔ بالآخر آپ ﷺ نے فرمایا کل میں ایسے بہادر کے ہاتھ علم دوں گا جو خدا اور رسول کا پیارا ہوگا اور خیبر کی فتح اسی کے ہاتھوں سے ہوگی۔ اگلے دن جب لوگ اکٹھے ہوئے تو آپ ﷺ نے علیؓ کا نام لیا جو دکھتی آنکھوں کی وجہ سے وہاں موجود نہ تھے آپ ﷺ نے انہیں بلا بھیجا۔ آئے تو اُن کی آنکھوں میں لعاب دہن لگایا اور علم عطا فرمایا۔ حضرت علیؓ اس مہم پر روانہ ہوئے۔ یہودیوں کا سردار مرحب مقابلے پر آیا۔ حضرت علیؓ آگے بڑھے اور ایک ہی وار میں اُس کا کام تمام کر دیا اور یہ مضبوط و مستحکم قلعہ حضرت علیؓ کے ہاتھوں فتح ہو گیا۔

# خود احتسابی

تنظیم میں شامل ہوئے سال ہونے کو ہے۔ میں نے سوچا کہ یوں نہ آج خود احتسابی کے عمل سے گزرا جائے اور اس عمل کا جائزہ لیا جائے کہ میں آج کہاں کھڑا ہوں۔ اس خیال کے پیچھے یہ خوف بھی کارفرما ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ کسی مغالطے میں مَیں کل بھی وہیں کھڑا رہوں جہاں میں آج ہوں۔ آیئے اس عمل میں آپ بھی میرے ساتھ بطور مبصر شریک ہوں۔

جب میں نے تنظیم میں شمولیت کا فیصلہ کیا تو میرے سامنے دو ٹارگٹ تھے:

1۔ اپنی ذات کی تربیت

2۔ دوسروں کو خیر کی دعوت

اپنی ذات کی تربیت میرا Prime Target تھا کیونکہ مجھے ہمیشہ اپنے شر نے ہی گمراہ کیا ہے۔ اپنی ذات کے شر سے بچنے کا واحد ذریعہ مجھے تنظیم میں شمولیت لگا تا کہ میں Institutional support سے اپنے آپ کو اپنے شر سے بچا سکوں۔ مگر افسوس کہ ایسا نہ ہو سکا۔ جس کا ایک مظہر سمع و طاعت کے معیار پہ پورا نہ اترنا ہے اور دوسرا مظہر رفقاء سے میری بیگانگی ہے۔ نہ میں ان کو مانتا ہوں جن کا ماننا مجھ پر واجب ہے اور نہ میں ان سے قلبی تعلق رکھتا ہوں جو دینی حوالے سے میرے اپنے ہیں۔ میری ذات کا شر اس قدر مضبوط رہا کہ تنظیم میں شمولیت بھی اس کا کچھ نہ بگاڑ سکی۔

میرا دوسرا ٹارگٹ دوسروں کو خیر کی دعوت دینا تھا مگر اس معاملے میں بھی میں کورا رہا اور دعوت میرے مزاج کا حصہ نہ بن سکی' بلکہ بعض اوقات تو مجھے یوں محسوس ہوتا ہے کہ میں تنظیم کا دروازہ بڑی شدت سے بند کئے کھڑا ہوں اور کسی کو اندر نہیں آنے دیتا۔ لوگ مجھے دیکھ کر تنظیم میں شامل ہونے سے کتراتے ہیں۔

نہ اپنی ذات کی تربیت ہوئی اور نہ دعوت مزاج کا حصہ بنی۔ اور اب تو مجھے یوں لگتا ہے کہ اگلے سال بھی شاید میں یہیں کھڑا ہوں گا جہاں میں آج ہوں۔ آپ اس حوالے سے مجھے زندوں میں نہیں بلکہ مُردوں میں تصور کیجئے۔ شاید یہ صرف میرا ہی معاملہ نہ ہو بلکہ کچھ اور لوگ بھی اسی کیفیت سے دوچار ہوں۔ میں نے اپنے تئیں بہت سوچا کہ اس مسئلے کو کیسے حل کیا جائے اور جو نتائج اخذ کئے ہیں' ان میں آپ کو شریک کرنا چاہتا ہوں۔

دیکھئے! میں سمجھتا ہوں کہ دعوت تربیت کی بنیاد ہے اور تربیت کا حاصل بھی۔ اس لئے اس عمل کو ہمیں بہت احتیاط سے سمجھنے کی ضرورت ہے۔ تنظیم کے لوگوں میں دعوت کے حوالے سے شاید کچھ Misconception ہے۔ میں بھی اس کا شکار رہا ہوں۔ میں نے دعوت کو ہمیشہ صرف الفاظ سے اور بولنے سے متعلق رکھا ہے۔ میرا خیال ہے ایسا مکمل طور پر درست نہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ تنظیم میں دعوت بذریعہ الفاظ بڑی شدت سے روبہ عمل ہے۔ کچھ بولنے والے ہیں اور کچھ سننے والے۔ بولنے والے ماشاء اللہ اچھا بولتے ہیں۔ لفظوں کا استعمال جانتے ہیں۔ جملے کی بُنت کے ہنر سے واقف ہیں۔ لہجے کے زیر و بم کے اثرات سے باخبر ہیں۔ Cross References دینے میں طاق ہیں۔ کچھ لوگ امیر محترم کی فکر کو اپنے انداز میں پیش کرنا بھی جانتے ہیں۔ اسی طرح دوسرا گروپ سننے والوں کا ہے' جو سنتے ہیں اور سنتے ہی چلے جا رہے ہیں۔ انہوں نے

**عاصم نذیر بخاری**

اتنا سنا ہے کہ سن سن کر سن ہو چکے ہیں' کیوں کہ سماعت کی بھی آخر ایک حد ہوتی ہے اور اس حد سے گزرنے کے بعد کچھ سنائی نہیں دیتا۔ کان بند ہو جاتے ہیں اور مزاحمت شروع ہو جاتی ہے۔

میرا مشاہدہ ہے کہ میری طرح کے بہت سے لوگ شاید اس حد کو کراس کر چکے ہیں۔ انہی میں سے کچھ لوگ ہیں جو ردِ عمل کے طور پر بولنے والوں کی صف میں شامل ہونا چاہتے ہیں جبکہ وہ بولنے کے ہنر سے واقف نہیں ہیں۔ نہ وہ مطلوبہ علم رکھتے ہیں' نہ لفظوں کا استعمال جانتے ہیں گویا ہنر نہیں رکھتے مگر جناب عبداللہ محمود کی طرح بولنا چاہتے ہیں۔ اس طرح ہم نے ان لوگوں کو بھی کوئی متبادل ذریعہ اظہار نہ ہونے کی وجہ سے بولنے کی طرف دھکیل دیا ہے۔ نتیجتاً ہم نے کم اچھا بولنے والوں کی بھی ایک جماعت تیار کر لی ہے۔

اس وقت تنظیم کا کل اثاثہ بہت اچھا اور کم اچھا بولنے والوں کی جماعت پر ہی مشتمل ہے۔ سوچنا صرف یہ ہے کہ کیا بولنے والوں کی اس جماعت نے وہ اہداف حاصل کر لئے ہیں جو کہ پیش نظر تھے' یعنی رفقاء کی تربیت تا کہ وہ سمع و طاعت کے معیارات پر پورا اتر سکیں اور دعوت کے تقاضے پورے کر سکیں۔ اگر ایسا نہیں ہے تو یقین کیجئے ہم سے کہیں غلطی ہو گئی ہے۔ اس ضمن میں ہمیں رہنمائی کے لئے پیارے نبی ﷺ کی ذات سے رجوع کرنا چاہئے۔ جہاں تک مجھے علم ہے پیارے نبی ﷺ کم گو تھے' لفظوں کا استعمال مختصر کرتے تھے اور بعض اوقات صحابہ کرام ان کے اشاروں کنایوں سے ہی بات سمجھ جایا کرتے تھے۔ مگر اس کے باوجود سمع و طاعت' محبت و یگانگت اور دعوت صحابہ کرام کے مزاج کا حصہ بنی۔ دعوت لفظوں سے کم اور عمل سے زیادہ کی گئی۔

میرا خیال ہے کہ اگر ہم مطلوبہ نتائج چاہتے ہیں تو ہمیں دعوت کی دوسری options کو بھی زیر غور لانا ہوگا' جس کا تصور پیارے نبی ﷺ کی ذات سے ملتا ہے۔ یہ آپشن دعوت بذریعہ کیفیات ہے' اور کیفیات عمل سے پیدا ہوتی ہیں۔ ہم نے بہت کچھ سن لیا' آگاہی کافی ہو گئی' بولنا اور سننا بہت ہو گیا۔ اب ہم نے جو کچھ سنا اور سمجھا ہے اس پر عمل کرنے کی ابتداء کرنی چاہئے۔ بولنے والوں کی جماعت میں اضافہ کرنے کی بجائے عمل کرنے والوں کی تعداد میں اضافہ کرنے کی فکر کرنی چاہئے۔ اس سے رفقاء مثال بن کر دکھائیں گے' تربیتِ ذات کی تکمیل ہوگی' لوگ قریب آئیں گے' وہ آپ کے کردار اور رویہ سے متاثر ہوں گے اور پھر دعوت کا ایک جملہ ان کی زندگی بدل دے گا۔

سوال یہ ہے کہ تنظیمی سطح پر عمل کو کیسے رواج دیا جائے! کہاں سے ابتدا کی جائے؟ اس پر تو پہلی بات یہ کہ تمام نقباء سچ مچ مراقبہ کریں' فکر کریں' اپنی آراء کو امیر حلقہ سے Share کریں' اور پھر ان آراء کی روشنی میں ایک جامع پروگرام تشکیل دیا جائے جس سے تنظیم میں فکری سطح پر جو کچھ ہو چکا ہے اس پر عمل کی ابتدا کی جائے۔

میری اپنی رائے صرف اس قدر ہے کہ منتخب نصاب کی ایک ایک آیت کو فوکس کیا جائے' اس کو عمل کی نیت سے سمجھا جائے' عمل کیا جائے' تجربات share کئے جائیں' طریقۂ عمل میں غلطیوں کی اصلاح کی جائے' عمل کے دوران آنے والے اشکالات سے نمٹنے کے لئے اکابرین سے متواتر رابطہ رکھا جائے۔ غرض ہمارا مقصد و محور صرف اور صرف عمل بنے۔ Institutional level پر اگر اس کی ابتدا کر دی جائے تو میرا خیال ہے کہ کچھ ہی عرصے میں عمل کرنا آسان ہو جائے گا۔ یوں عمل کی نئی نئی جہتیں (dimensions) سامنے آئیں گی اور تنظیم اپنا ہدف شاید ہماری زندگی میں ہی پورا کر لے ۔۔۔ یا پھر کم از کم میں اور مجھ جیسے کچھ اور لوگ مُردوں کی صف سے نکل کر زندوں کی صف میں شامل ہو جائیں!

چمک سورج میں کیا باقی رہے گی
اگر بیزار ہو اپنی کرن سے!

## مغرب کے منفی رویہ نے طالبان کو اور زیادہ کٹر بنا دیا تھا

## وہ لمحہ مجھے اچھی طرح یاد ہے جب میرے دل سے عیسائیت کی قدر نکل گئی

## میرے غلط طرز عمل کے باوجود طالبان کے آدمیوں نے ہمیشہ تمیز اور نرمی سے بات کی

## تبدیلیٔ مذہب کا فیصلہ میں نے اسلامی لٹریچر کا مطالعہ کرنے کے بعد کیا

### برطانوی صحافی مسز ریڈلی کا مسلمان ہونے پر امریکی جریدہ نیوز ویک سے انٹرویو

برطانوی صحافی مسز ووئی رڈلی ستمبر 2001ء میں افغانستان میں قید ہوئی۔ اس کی آزادی پر پاکستانی اخبارات میں اس کا انٹرویو تفصیلاً شائع ہوا۔ اس نے طالبان کے بارے میں اپنے مشاہدات کا بہت اچھا تاثر پیش کیا۔ مغرب نے طالبان اور مسز رڈلی دونوں پر بہت کیچڑ اچھالا۔ جس کے جواب میں مسز رڈلی کو ایک ضخیم کتاب لکھنی پڑی۔ Q-News کے جنوری فروری 2002ء کے شمارہ میں چار صفحات کا انٹرویو شائع ہوا۔ (ندائے خلافت کے قارئین کے لئے ہم نے شمارہ نمبر 30 یکم تا 7 اگست 2002ء میں اس کا ترجمہ شائع کیا تھا) مسز رڈلی کے مسلمان ہونے کی خبر پاکستانی اخبارات (نوائے وقت 2 اگست 2002ء) میں شائع ہوئی تھی۔ 26 اگست 2002ء کے نیوز ویک میں اس کے قبول اسلام سے متعلق انٹرویو شائع ہوا جس کی تلخیص و ترجمہ حاضر ہے۔

نیوز ویک: کیا یہ مضحکہ خیز نہیں ہے کہ ایک تعلیم یافتہ جرنلسٹ جو طالبان کی قید میں رہی اپنی آزادی پر اسلام قبول کر رہی ہے؟

مسز رڈلی: میں جانتی ہوں کہ تم اسے نہیں سمجھ سکتے۔ حیران کن بات یہ ہے کہ کچھ لوگوں نے نفسیاتی مرض "صیاد پر فریفتگی" کا فقرہ بھی چست کیا ہے۔ حالانکہ میں نے ان کو گالیاں بھی دی ہیں، ان پر تھوکا بھی ہے اور ان پر چلا چلا کر انہیں غصہ دلانے کی کوشش بھی کی ہے۔ کیا اس میں فریفتگی کی نفسیات پائی جاتی ہے؟

نیوز ویک: تو پھر تم تبدیلی مذہب کیوں کر رہی ہو؟

مسز رڈلی: قید کے دوران ایک امام صاحب نے مجھ سے تبدیلی مذہب کے بارے میں پوچھا تھا۔ میں نے سوچا اگر میں فوراً ہاں کر دوں تو وہ مجھے متلون مزاج عورت سمجھے گا۔ اگر انکار کر دوں تو یہ اسلام کی توہین ہوگی۔ اس لئے میں نے اس سے وعدہ کیا کہ لندن واپس جا کر میں اسلام کا مطالعہ کروں گی۔ اسلامی لٹریچر کے مطالعہ کے بعد میں نے جو روحانیت اپنے اندر محسوس کی میں اس سے بہت متاثر ہوئی ہوں۔

نیوز ویک: وہ کون سی روحانی طاقت تھی جس نے تمہارے (دنیاوی) وسیع علم پر برتری حاصل کر لی؟

مسز رڈلی: میں اس کی وضاحت یا تشریح نہیں کر سکتی۔ البتہ وہ لمحہ مجھے اچھی طرح یاد ہے جب میرے دل سے عیسائیت کی قدر نکل گئی۔ تم جانتے ہو جب یہودیوں نے مینگر سکوائر پر گولہ باری کر کے عیسائیوں کی سب سے اہم عبادت گاہ "ولادت مسیح" کو راکھ کا ڈھیر بنا دیا تو کسی بھی عیسائی لیڈر نے اس کی مذمت نہیں کی۔ ہر سال ولادت مسیح کا جشن منانے کے لئے بچے اور مذہبی رہنما وہاں جمع ہوتے ہیں۔ عیسائیت کے اتنے بڑے مذہبی تہوار اور مرکزی مقام کے لئے کسی ایک پوپ یا بشپ کو توفیق نہیں ہوئی کہ اس کے

**اخذ و ترجمہ : سید افتخار احمد**

خلاف آواز اٹھاتا۔ اگر ہمارے اتنے بڑے رہنماؤں کے دل میں عیسائیت کی کوئی اہمیت وقدر نہیں ہے تو میرے دل میں کیا قدر قائم رہ سکتی ہے؟

نیوز ویک: کیا افغانستان میں تمہارا ان لوگوں سے کوئی تبادلہ خیال ہوا؟ اسلام کے بارے میں کیا گفتگو ہوئی؟

مسز رڈلی: کاش میں اسلام کے بارے میں جو کچھ اب جانتی ہوں اس وقت علم رکھتی تو اعتماد کے ساتھ ان سے گفتگو کر سکتی۔ وہ لوگ اپنے مذہب کے بارے میں بہت کٹر تھے۔ اس لئے میں نے خاموش رہنا ہی بہتر سمجھا۔ البتہ میں نے ان سے پوچھا کہ انہوں نے "بدھ" کا بت کیوں توڑا؟ انہوں نے جواب دیا کہ پوری دنیا نے ہم سے معاشرتی مقاطعہ کر دیا تھا۔ کسی نے ہم سے نہیں پوچھا کہ 23 سالہ جنگ نے ہمارا کیا حال کیا؟ ہماری کروڑوں کی آبادی بھوک اور بیماری سے مر گئی۔ کسی نے ہماری ایک پائی کی مدد نہیں کی۔ جونہی ہم نے چند چٹانوں اور پتھروں کو توڑنے کا فیصلہ کیا پوری دنیا نے ہم سے سودے بازی شروع کر دی۔ ہر ایک ہم پر دولت نچھاور کرنے کے لئے تیار ہو گیا۔ یعنی پتھر ہم انسانوں سے زیادہ قدر و قیمت رکھتے ہیں۔

نیوز ویک: تمہارا کیا خیال ہے کہ طالبان سے گفتگو کی کوئی گنجائش تھی؟

مسز رڈلی: طالبان کے ساتھ معاشرتی مقاطعہ اور پھر کیا یک پتھروں کے عوض بھاری پیش کش نے ان کو اور زیادہ کٹر بنا دیا۔ مغرب کو چاہئے تھا کہ ان کی خوراک اور ادویات سے مدد کرتے تاکہ ان کا رویہ نرم ہوتا۔

نیوز ویک: تمہارا طالبان برانڈ اسلام کے بارے میں کیا خیال ہے؟

مسز رڈلی: ہر کھانے کے وقت میری بھوک ہڑتال کے باوجود وہ میرے ہاتھ دھلاتے اور کھانا پیش کرتے تھے۔ وہ مجھے "مسز" کہہ کر مخاطب کرتے تھے۔ وہ باقاعدگی سے پنج وقتہ نماز ادا کرتے تھے خواہ بمباری ہو رہی ہو۔ میری گرفتاری کے فوراً بعد جب ہم ایک ٹیکسی میں سفر کر رہے تھے۔ میرے ساتھ بیٹھے آدمی نے (جو طالبان میں سے نہیں تھا) میرے جسم پر ہاتھ پھیرنے کی کوشش کی۔ میں نے اپنی کہنی اس کے پیٹ میں دبا دی اور اس پر چلائی۔ طالبان کے آدمی نے جو مجھے لے جا رہا تھا فوراً گاڑی رکوائی۔ اس آدمی پر بہت ناراض ہوا اور اسے گاڑی سے نکال دیا۔ اگرچہ میں ان کی قیدی تھی۔ پھر بھی میری جامہ تلاشی کے لئے اس نے ایک عورت کی خدمات حاصل کیں۔ وہ اتنا اچھا انسان تھا کہ میرے غلط رویہ کے باوجود میرے ساتھ تمیز اور نرمی سے بات کرتا تھا۔

نیوز ویک: جب تم نے اپنا "بریزیئر" اور "انڈر ویئر" دھو کر خشک ہونے کے لئے پھیلایا تو کیا واقعہ ہوا؟

مسز رڈلی: انہوں نے کہا کہ اس پر کوئی اور کپڑا ڈال کر ڈھانپ دو۔ میں نے کہا یہ کیا بیہودگی ہے۔ میں سمجھی یہ مرد دھونے کا کام نہیں کرتے اس لئے ان کو برا بھلا کہا۔ انہوں نے بتایا کہ ان چیزوں کو دیکھ کر کسی مرد کے خیالات پراگندہ ہو سکتے ہیں۔ میں نے کہا تم خود انہیں ڈھانپ دو۔ بہرحال چلچلاتی دھوپ کی وجہ سے وہ چند منٹوں میں خشک ہو گئے۔

نیوز ویک: اب جبکہ تم مسلمان ہو کیا دوبارہ یہی حرکت کر سکتی ہو؟

مسز رڈلی: اس وقت میں ایک قیدی تھی۔ میرا خیال تھا کہ میرے ساتھ امتیازی سلوک کیا جائے گا۔ مگر عام سا سلوک دیکھ کر میں ان کے خلاف جذباتی ہو رہی تھی۔ دوسرے رہائی حاصل کرنے کے لئے میں نے اپنے آپ کو زیادہ سے زیادہ غلط انداز میں پیش کیا۔

خرد کی گتھیاں سلجھا چکا میں
مرے مولا مجھے صاحب جنوں کر!

## جاگ انسان، سمجھ قرآن

تحریر: محمد حسین، صادق آباد

ہم سب مفاد پرست ہیں ہمارا مفاد ہم سے بھی بڑا ہے اور یہی وہ مفاد ہے جو آگے بڑھ کر بدی کی راہ کی طرف لے جاتا ہے۔ یہ سوچ کر کہ ایک میرے کرنے سے کیا ہو جائے گا' کون سا معاشرے میں انقلاب آ جائے گا ہم سب خاموش ہیں' نتیجہ یہ ہے کہ سارا معاشرہ ہی بے حسی' خودغرضی اور مادہ پرستی کا شکار ہو چکا ہے۔ قرآن مجید ایسے مواقع پر ہمت بڑھاتا ہے کہ جب حضرت عزیر علیہ السلام نے تباہ حال بستی کو دیکھ کر کہا تھا کہ اللہ ان کو کیسے زندہ کرے گا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر اپنی قدرت ظاہر کر دی۔ وہ مُردوں کو زندہ کرنے والا ہے۔ ہم بھی تو مُردوں سے کم نہیں۔ دل ہیں لیکن فہم سے خالی' آنکھیں ہیں پر دیکھ نہیں سکتیں۔ بس ایک چلتے پھرتے انسان نما حیوان یا ایک زندہ لاش۔ پھر اصحاب سبت کا واقعہ روشنی دکھاتا ہے۔ جب لوگ تین گروہوں میں تقسیم ہو گئے کہ ایک گروہ تو نافرمان تھا دوسرا گروہ ان کو برائی سے روکتا تھا اور تیسرا گروہ دوسرے گروہ سے کہتا کہ ان کو کیوں منع کرتے ہو یہ باز آنے والے نہیں جس پر قرآن مجید میں ان کا جواب نقل ہوا ہے کہ ﴿**معذرة الی ربکم لعلکم ترجعون**﴾ "ہم اپنے رب کے نزدیک معذرت تو پیش کر سکیں گے کہ ہم نے اپنا فرض ادا کر دیا تھا اور ہو سکتا ہے کہ یہ لوگ واپس پلٹ آئیں" اور جب اللہ کا عذاب آیا تو گناہ گار اور خاموش تماشائی دونوں گروہ اس کی لپیٹ میں آ گئے اور وہ لوگ بچا لئے گئے جو لوگوں کو برائی سے روکتے تھے۔

ہمارا حال تو یہ ہے کہ زبانوں پر توحید کا چرچا ہے لیکن دماغ میں کئی بت تراش رکھے ہیں ہم کہتے ہیں کہ خدا ایک ہے' وہی نفع ونقصان کا مالک' رزق' عزت وذلت اسی کے ہاتھ ہے کسی کے آگے سجدہ کرنا جائز نہیں وغیرہ وغیرہ۔ لیکن ہم نے کئی آستانے بنا رکھے ہیں کہیں سیاست کا آستانہ ہے' کہیں معیشت کا اور کہیں معاشرت کا۔ خدا مسجد میں ہے تو بازار میں بھی اس کی حکمرانی ہونی چاہئے' سیاست کو بھی اس کے تابع ہونا چاہئے اور معاشرت بھی خدا کے حکم کے مطابق استوار ہونی چاہئے۔ شرک صرف یہ نہیں ہے کہ ایک سے زائد خدا جانے اور پوجے جائیں۔ یہ طاغوتی نظام کے تحت سکون اور مزے سے زندگی گزارنا بھی شرک ہے۔ دین کو ٹکڑوں میں تقسیم نہیں کیا جا سکتا نہ زندگی خانوں میں تقسیم کی جا سکتی ہے لہٰذا پورے دین کا پوری زندگی پر غلبہ لازم امر ہے۔

اس کے لئے ایک منظم انقلاب جو آنحضور ﷺ کے طریق پر برپا کیا جائے ناگزیر ہے۔ لوگوں کو چاہئے عمل پر راغب ہوں اور خود بھی آخرت کی جواب دہی سے بچیں اور اپنے بھائیوں کو بھی بچائیں' ذاتی اصلاح کا یہ فطری طریقہ ہے کہ خود دعوت وتبلیغ میں لگ جائیں۔ اس فریضہ سے ہماری غفلت کا نتیجہ ہے کہ انسان انسان کا دشمن بن گیا ہے یہاں تک کہ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کے خون کو اپنے اوپر حلال سمجھتا ہے۔ وہی لوگ جو کبھی غیر مسلموں کو پناہ دیا کرتے تھے' ان کی حفاظت کیا کرتے تھے آج ایک دوسرے کی گولی کا نشانہ بن رہے ہیں۔ اگر خدانخواستہ ہم اسی طرح سوتے رہے تو خدا نے جو رسوائی کا عذاب ہم پر مسلط کیا ہے وہ شدید سے شدید تر ہوتا جائے گا اور ہمارے لئے کوئی جائے پناہ نہ رہے گی۔

## ہم کس مقام پر کھڑے ہیں؟

ہر سلیم العقل انسان بادنیٰ تامل اس نتیجہ پر پہنچ سکتا ہے کہ جماعت کی اہمیت ہمارے دین کے مجموعی مزاج میں تانے بانے کی طرح گندھی ہوئی اور خوشبو کی طرح رچی بسی ہے۔ روزانہ پنج وقتہ نماز باجماعت اس کی سب سے درخشاں اور نمایاں دلیل ہے۔ حضرت عمر فاروقؓ کا قول ہے کہ "**لا اسلام الا بالجماعة**" یعنی اسلام کے حوالے سے دنیا میں کوئی بھی نتیجہ خیز کام اجتماعیت کے بغیر ممکن نہیں۔ اس وقت دنیا میں اسلام مغلوب ہے اس کو غالب کرنے کے لئے ایک جماعت کا ہونا لازم ہے جس کی تاسیس وقیام کا اصل وحقیقی نصب العین اور مقصد رضائے الٰہی کا حصول ہو۔ چنانچہ ہم نے اُسوۂ رسول ﷺ کی روشنی میں سمع وطاعت کی بیعت کی بنیاد پر "تنظیم اسلامی" بنائی ہے۔ اگرچہ ہم بہت کچے ہیں تعداد کے لحاظ سے بھی قافلہ بہت ہی چھوٹا ہے اور اب تک جو ساتھی ملے ہیں وہ بھی معیارِ مطلوب سے بہت نیچے ہیں لیکن ہم اس پر بھی اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہیں۔ اس معاشرے میں سے ہمیں جو ساتھی ملے ہیں وہ بھی غنیمت ہیں۔ ہم اللہ کے ہاں اپنا جواب تیار کر رہے ہیں کہ اے ہمارے رب! ہمیں تو نے جو صلاحیت' طاقت' توانائی اور استعداد عطا فرمائی تھی ہم نے اسے تیری کتاب مبین کے پیغام اور اُسوۂ رسولؐ کی طرف دعوت دینے میں لگایا اور کھپایا ہے۔ ہم نے آج تک اسوۂ رسولؐ کے حوالے سے اپنی استعداد کی حد تک اپنی ساری بات لوگوں کے سامنے رکھی ہے۔ اب وہ سوچیں کہ وہ کس مقام پر کھڑے ہیں؟ فیصلہ ان کا ہے' ذمہ داری ان کی ہے' جواب دہی ان کو کرنی ہے۔ اگر وہ حدیث برحق ہے کہ: "**انی امرکم بخمس بالجماعة والسمع والطاعة والهجرة والجهاد فی سبیل الله**" اور یقیناً برحق ہے تو اچھی طرح جان لینا چاہئے کہ واقعہ یہ ہے کہ بغیر نظم جماعت کے زندگی بسر کرنا خلاف سنت زندگی ہے۔ کوئی اپنی جگہ بڑے سے بڑا سنت کا پرچارک بنا ہوا ہو اور خود کو متبع سنت سمجھتا ہو اگر وہ نظم جماعت کے بغیر زندگی بسر کر رہا ہے تو اس کی پوری زندگی خلاف سنت ہے یعنی رضائے الٰہی اور اسوۂ رسولؐ کی پیروی کے لئے جب تک اپنے آپ کو ایسی جماعت کے جو اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے قائم ہو' حوالے نہ کر دیا جائے' زندگی بحیثیت مجموعی سنت کے مطابق نہیں ہو گی اور بات وہی ہو گی جو حضرت مسیح علیہ السلام نے فرمائی تھی کہ مچھر چھانے جائیں گے اور سموچے اونٹ نگلے جائیں گے۔

## ذکر میرا مجھ سے بہتر ہے......

تحریر: محمد سمیع' کراچی

میرے لئے یہ بڑے اعزاز کی بات ہے کہ محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب نے امارت سے دستبرداری کے بعد ارکان مرکزی مجلس عاملہ وشوریٰ سے اپنے الوداعی خطاب میں اس حقیر پُرتقصیر کا نہ صرف تذکرہ فرمایا بلکہ میرے اس عنوان یعنی **Extra Curricular Activities** کو قبول فرمایا جو راقم نے ان کی غیر تنظیمی سرگرمیوں پر باندھا تھا' حالانکہ مجھے شدید اندیشہ تھا کہ میری اس جرأت رندانہ کو "خطائے بزرگاں گرفتن خطا است" پر محمول نہ کیا جائے' تاہم اگر ایسا ہو بھی جاتا تو مجھے پروا نہیں تھی کیونکہ بقول میرے ساتھیوں کے' مجھے ڈاکٹر صاحب کی ڈانٹ کھانے کا بہت شوق ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ بزرگوں کی ڈانٹ کو برداشت کرنا عین سعادت مندی ہے۔ محترم ڈاکٹر صاحب کے الوداعی خطاب کو سن کر میں کیسے نہ خوش ہوتا۔

میں نے اپنی اس خوشی میں اپنے اہل خانہ کو بھی شریک کرنا چاہا۔ ویسے جب میں بانی امیر محترم کے خطابات جمعہ کو بذریعہ کیسٹ سنتا ہوں تو میرے اہل خانہ کو بھی کچھ نہ کچھ موقع سننے کا مل ہی جاتا ہے لیکن اس بار میں نے بڑے اہتمام کے ساتھ انہیں اس خطاب کے سنوانے کا اہتمام کیا۔ خطاب سننے کے بعد میری چھوٹی صاحبزادی نے میری خوشی کو محسوس کرتے ہوئے کہا کہ "پاپا! جب میرا نام ہمدرد نونہال میں چھپتا ہے اور اس پر میں خوشی کا اظہار کرتی ہوں تو آپ مجھے کہتے ہیں کہ دیکھو' میری بیٹی خوشی سے پھولی نہیں سما رہی ہے"۔ اس وقت تو میں نے یہ کہہ کر جان چھڑانے کی کوشش کی کہ بیٹے' ایسے مواقع پر خوش ہونا ایک فطری بات ہے اور میرے لئے تو بیحد خوشی کا موقع ہے کہ ڈاکٹر صاحب جیسی ہستی نے جو ملک کے معروف دانشور

ہی نہیں بلکہ اس سے بھی بڑھ کر میں سمجھتا ہوں کہ قرآن کی فکر پر غور و تدبر کرنے والی ان سے بڑھ کر کوئی ہستی موجود نہیں، تنظیم کے سب سے اعلیٰ پلیٹ فارم پر میرا تذکرہ فرمایا ہے۔ میرے نزدیک تو یہ غیر معمولی واقعہ ہے۔

ع کہاں میں اور کہاں یہ مقام اللہ اللہ!

کہنے کو تو میں اپنی صاحبزادی سے یہ بات کہہ گیا لیکن سوچا کہ ذرا اپنے دل کو ٹٹول کر دیکھیں کہ کہیں میری اس حرکت میں ریا کا دخل تو نہیں! کہیں مین نے اس طرح اپنے گھر والوں پر اپنی اہمیت جتانے کی کوئی غیر شعوری کوشش تو نہیں کی؟ دوسرے ہی لمحے میں خیالات کی وادی میں سرگرداں پھر رہا تھا۔ ذہن کئی سال پیچھے چلا گیا تھا۔ ڈاکٹر صاحب محترم اپنی اکثر تقریروں میں ایک نوجوان کا تذکرہ فرمایا کرتے تھے جسے امریکہ سے ایم ایس کرنے کے بعد قرآن کی قوت نے اپنی طرف کھینچ لیا تھا اور وہ سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر تعلیم و تعلم قرآن میں لگ گیا تھا۔ میں سوچا کرتا تھا کہ کتنا خوش نصیب ہے وہ نوجوان جس کا تذکرہ امیر محترم اپنی تقریروں میں کرتے نہیں تھکتے۔ پھر جب میری اس نوجوان سے بالمشافہ ملاقات ہوئی تو میں اسے دیکھ کر حیران رہ گیا۔ میرے تخیل میں اس کا جو ہیولیٰ بن گیا تھا وہ اس کے بالکل برعکس نظر آیا۔ ایک سیدھا سادہ، مرنجان مرنج نوجوان جس کو دیکھ کر کوئی یہ تصور بھی نہیں کر سکتا تھا کہ یہ امریکہ پلٹ ہے۔ ڈاکٹر صاحب محترم ایک اور نوجوان کا بھی اپنی تقریروں میں تذکرہ فرمایا کرتے تھے جس نے بقول ان کے 'منتخب نصاب' کو اچھی طرح ہضم کر لیا تھا اور واقعہ یہ ہے کہ اس کے دروس قرآن کا اپنا ایک انداز تھا۔ بدقسمتی سے آج یہ دونوں نوجوان اقامت دین کی منزل کی جانب رواں اس قافلے میں شریک نہیں۔ وجوہات کچھ بھی رہی ہوں، یہ ایک حقیقت ہے کہ مجھے آج تک ان دونوں نوجوانوں کے بچھڑنے کا دکھ ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر وہ تنظیم سے وابستہ رہتے تو یہ نہ صرف تنظیم بلکہ خود ان کے حق میں بھی بہتر ہوتا۔ اب تو یوں محسوس ہوتا ہے کہ وہ دونوں تنظیم سے علیحدگی کے بعد اس مشن سے ہی فارغ ہو گئے ورنہ وطن عزیز میں اس مشن پر کام کرنے کا دعویٰ بہت سی جماعتیں کرتی ہیں اور وہ ان میں سے کسی میں بھی شامل ہو سکتے تھے۔ ایک بار میں نے ایسے ہی ایک اور ہونہار نوجوان کے بارے میں ڈاکٹر صاحب محترم سے بطور تفنن کہا تھا کہ للہ آپ اپنی تقاریر میں ان کا تذکرہ مت شروع کر دیجئے گا۔ میرا حال اس محاورے کے عین مطابق تھا کہ دودھ کا جلا چھاچھ پھونک پھونک کر پیتا ہے۔

میرے دل کے نہاں خانے میں ممکن ہے کہ یہ خواہش پل رہی ہو کہ ع ہونٹوں پہ کبھی ان کے میرا نام بھی آئے۔ اب جبکہ ایسا ہو ہی گیا ہے، میں اپنے بارے میں کسی قسم کا خطرہ اس لئے محسوس نہیں کرتا کہ میرے اندر کوئی ایسی خوبی نہیں کہ یہ تذکرہ بار بار آئے۔ بلکہ میں نے تو ڈاکٹر صاحب محترم کے عطا کردہ تمغہء امتیاز ''گیاہ ضعیف'' کو نہ صرف قبول کیا تھا بلکہ اسے قلمی نام کے طور پر بھی استعمال کرنے لگا تھا۔ اصل میں جس شے کے لئے یہ لفظ استعمال کیا گیا تھا اس میں تو پھر بھی اتنی قوت موجود ہے کہ اس کے استعمال کے بعد آدمی اپنے آپ کو آسمانوں میں محو پرواز محسوس کرنے لگتا ہے۔ تاہم یہ ضرور ہے کہ ہم سب کو اس دعا کو حرز جاں بنا لینا چاہئے کہ اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَعُوْذُبِکَ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا ۔ ہمارے دشمن کا سب سے بڑا آلہء کار تو خود ہمارا نفس ہے۔ لہٰذا مشتری ہوشیار باش!

## انتقال پر ملال

☆ اسرہ خواتین فیروز والا کی نقیبہ محترمہ ثریا وحید کی جواں سال بیٹی کا گزشتہ اتوار المناک روڈ ایکسیڈنٹ کے نتیجے میں انتقال ہو گیا ہے۔ رفیقات تنظیم، رفقاء و احباب سے مرحومہ کے لئے دعائے مغفرت کی درخواست ہے ''اللّٰھم اغفرلھا وارحمھا وادخلھا فی رحمتک وحاسبھا حسابا یسیرا''

☆ فیروز والا کے بزرگ رفیق جناب حاجی محمود ظفر کے بیٹے کا حرکت قلب بند ہو جانے سے انتقال ہو گیا ہے۔ رفقاء و احباب سے مرحوم کے لئے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

**حسن انتخاب** مرسلہ: وسیم احمد

# ستاروں کی سرزمین

''دوشنبے سے تاشقند پرواز کرتے ہوئے مجھ پر یہ اشتیاق بھی غالب تھا کہ اس سرزمین کی طرف جا رہا ہوں جو امام بخاری کی آخری آرام گاہ ہے جن کی ''جامعہ الصحیح'' کو اہلِ اسلام میں قرآن حکیم کے بعد کتابوں میں سب سے زیادہ مقبولیت حاصل ہے۔ جہاں امام ترمذی پیدا ہوئے جن کی کتاب ''سنن الترمذی'' حدیث کی ان چھ کتابوں میں شامل ہے جو ''الصحاح الستہ'' کے نام سے مقبول عام کا درجہ حاصل کر چکی ہے۔ جہاں امام دارمیؒ نے آنکھیں کھولیں جو امام بخاری کے استاد تھے اور جن کی تفسیر ''الجامع'' اور حدیث کی کتاب ''المسند'' ہمارے دینی لٹریچر کا بیش بہا حصہ ہے۔ جہاں ابونصر الفارابی نے جنم لیا جو ''مشرق کے ارسطو'' کے نام سے جانے جاتے ہیں۔ ابوریحان البیرونی کی جنم بھومی ہے جو علم ارضیات اور فلکیات ریاضی اور جغرافیہ کے عالم بے بدل تھے۔ جہاں ابوعبداللہ محمد بن موسیٰ الخوارزمی کا بچپن گزرا جو الجبرا کے بانی تھے۔ جہاں خواجہ خواجگان حضرت بہاؤ الدین نقشبندی نے تصوف اور طریقت کی وہ شمع روشن کی جو مادیت کے اندھیروں میں آج بھی متلاشیانِ حق کو رستہ دکھا رہی ہے۔ جہاں الزمخشری جیسا عربی دان مفسر پیدا ہوا تھا جس کی تفسیر ''کشاف'' کا عالم عرب بھی جواب پیدا نہیں کر سکا جو امام ابو منصور ماتریدی کی جائے پیدائش ہے جن کا نام نامی علم کلام کے ہر طالب علم کو ازبر ہے۔ جو نجم الدین ابوحفص النسفی السمرقندی کا وطن ہے جن کی کتاب عقائد النسفی پڑھے بغیر کوئی عالم کہلانے کا مستحق نہیں جہاں ابواللیث سمرقندی محو استراحت ہیں جن کی چار جلدوں کی تفسیر قرآن کو ''احسن التفاسیر'' سمجھا جاتا ہے جہاں ابوبکر محمد بن اسماعیل القفال الششاسی ابدی نیند سو رہے ہیں جو شافعی مسلک کے فقہاء کے سرخیل ہیں اور جن کی کتاب ''ادب القاضی'' آج کی جدید عدالتوں کو بھی رہنمائی دینے کے لئے کافی ہے جہاں امام الہیثم الشاشی آرام فرما رہے ہیں جن کی کتاب ''المسند الکبیر'' حدیث کے طالب علموں کے لئے ایک نعمت غیر مترقبہ کا درجہ رکھتی ہے۔ جہاں امام المرغینانی جیسا فقہ پیدا ہوا جس کی کتاب ''الہدایہ'' کے بغیر حنفی فقہ ایسے ہے جیسے سر کے بغیر بدن، جہاں ابوالعباس الفرغانی نے اپنے ایام طفولیت گزارے جنہیں ''حساب'' میں درجہ کمال حاصل ہونے کی وجہ سے اہل علم میں ''حسیب'' کے نام سے جانا جاتا ہے اور ہاں ہاں میں کیوں بھول رہا ہوں اسی سرزمین کو امام احمد ابن حنبلؒ کے پاؤں چومنے کا بھی شرف حاصل ہے جو محدث بھی تھے اور فقیہ بھی، مفتی بھی تھے اور مجاہد بھی، میں جہاز میں بیٹھا تو انہی خیالات میں کھویا پھر مجھے یاد آیا کہ مورخین نے سمرقند کے ایک قبرستان کے بارے میں لکھا ہے کہ وہاں چار سو ایسے جلیل القدر علماء فقہاء اور صوفیا مدفون ہیں جن کے نام ''محمد'' سے شروع ہوتے ہیں اس قبرستان میں دفن ہونے کی شرط ہی یہ تھی کہ مرنے والا عظیم عالم ہو اور اس کے نام میں محمد کا نام نامی اور لفظ سامی بھی شامل ہو۔ مولانا حالی نے دہلی کے بارے میں کہا ہے کہ ع

دفن ہوگا نہ کہیں ایسا خزانہ ہرگز

لیکن مجھے تو جنت البقیع کے بعد سمرقند کے اس قبرستان سے زیادہ کوئی بھی جگہ اس کی مصداق نظر نہیں آئی۔''

(مولانا کوثر نیازی کی کتاب ''کوہ قاف کے دیس میں'' سے اقتباس)

## تنظیم اسلامی میر پور کا دعوتی پروگرام

غلبہ و اقامت دین کے فریضہ کی ادائیگی اور تفہیم کے لئے تنظیم اسلامی میر پور کے امیر جناب سید محمد آزاد نے بھمبر و میر پور کے ضلع مفتی جناب روئیس خاں کو 6 ستمبر کو جی دار السلام میں خطبہ جمعہ کی دعوت دی۔ موصوف ایک جید عالم دین اور بہترین خطیب ہیں۔ مدینہ یونیورسٹی سے فارغ التحصیل ہونے کے بعد آج کل محکمہ امور دینیہ آزاد کشمیر میں ضلع مفتی کے طور پر تعینات ہیں۔ انہوں نے خطبہ مسنونہ کے بعد سورۃ التوبہ کی آیات 23' 24 کو موضوع سخن بنایا۔ ان آیات کے شان نزول کا ذکر کرتے ہوئے انہوں نے بتایا کہ جب بعض افراد نے اپنے رشتہ داروں اور مال کی محبت کی وجہ سے ہجرت نہ کی تو یہ آیات نازل ہوئیں' جو ایمان ماپنے و تولنے کا بہترین ترازو ہیں۔ ان میں واضح طور پر فرما دیا گیا کہ اگر تمہیں اپنے باپ' بیٹے' بھائی' بیوی' کنبہ' مال' تجارت اور مکان اللہ کے راستے میں جہاد سے زیادہ محبوب ہیں تو جاؤ اور فیصلے کا انتظار کرو' اللہ فاسقوں کو ہدایت نہیں دیا کرتا۔ یہ فتویٰ دنیا کے کسی مفتی کا نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا ہے۔ صحیح بخاری میں حضرت انسؓ سے منقول ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے کوئی حقیقی مومن نہیں ہو سکتا جب تک میں اسے اس کے باپ' اولاد اور دنیا کے تمام لوگوں سے زیادہ عزیز نہ ہو جاؤں۔'' آپ اپنے آپ کو اس فتوے پر تول لیجئے۔ زہرہ بن معبد اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ حضرت عمرؓ کا ہاتھ پکڑے ہوئے تھے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا: ''آپ مجھے سوائے اپنی جان کے' ہر شے سے زیادہ عزیز ہیں۔'' حضور ﷺ نے فرمایا: ''کوئی ایمان دار نہیں ہوتا جب تک میں اس کی جان سے بھی زیادہ اسے عزیز نہ ہو جاؤں۔'' تب حضرت عمرؓ نے سوچ کر کہا کہ اب آپ مجھے جان سے بھی زیادہ عزیز ہیں۔ محبت' عشق اور ایمان کے دعوے کرنا بڑے آسان ہیں لیکن ان کے مطابق عمل بہت مشکل ہے۔ خونی تعلقات اگر اللہ اور اس کے رسول کی محبت سے ٹکرائیں تو وہ توڑ دیئے جانے کے قابل ہیں۔ مفتی صاحب نے مزید کہا کہ حقیقی محبت کے مستحق تو مشرک والدین بھی نہیں چہ جائیکہ آج ہم دین کے دشمنوں سے محبت کی پینگیں بڑھائیں۔ یہ انتہائی خطرناک و مہلک قدم ہے۔ نماز کے بعد سوال و جواب کی نشست ہوئی جس میں نوجوانوں نے بھرپور انداز سے سوال کئے۔ محترم مفتی صاحب نے بڑے مدلل جواب دیئے۔

(رپورٹ: غلام سلطان)

## تنظیم اسلامی کراچی کا خصوصی اجتماع

حلقہ سندھ (زیریں) کے امیر جناب محمد نسیم الدین نے کراچی کے رفقاء کا ایک خصوصی اجتماع 22 ستمبر کو قرآن اکیڈمی کراچی میں طلب کیا تاکہ انہیں محترم ڈاکٹر اسرار احمد مدظلہ کی امارت سے دستبرداری اور محترم جناب حافظ عاکف سعید کے امارت سنبھالنے کے پس منظر سے آگاہ کیا جائے اور نئے امیر کے حق میں رفقاء و رفیقات سے بیعت کے لئے اقدامات کا آغاز کیا جائے۔ پروگرام کا آغاز 11:10 بجے دن کو ہوا۔ امیر حلقہ نے سب سے پہلے مرکزی مجلس توسیعی عاملہ کے اجلاس کی بریفنگ دیتے ہوئے محترم ڈاکٹر صاحب کی امارت سے دستبرداری کا پس منظر بیان کیا۔ اس کے بعد رفقاء کو اس الوداعی خطاب کا کیسٹ سنایا گیا جو محترم ڈاکٹر صاحب نے بحیثیت امیر ارشاد فرمایا تھا۔ اس ساری گفتگو کا اہم ترین حصہ راقم کے نزدیک یہ تھا کہ کسی نظریئے کے لئے جذبہ محرکہ صرف اس شخص میں پیدا ہو سکتا ہے جسے اس نظریئے نے ڈس لیا ہو۔ راقم کا خیال ہے کہ ہمارے ہر رفیق کو ان کی یہ بات اپنے لئے نشان راہ بنا لینی چاہئے۔ اسی کیسٹ ہی کے ذریعے ہم نے نئے امیر محترم حافظ عاکف سعید صاحب کے ساتھ ڈاکٹر صاحب محترم اور ارکان مجلس عاملہ اور شوریٰ کی بیعت کی کارروائی سنی' جس کے بعد محترم حافظ صاحب نے ایک مختصر خطاب بھی فرمایا۔ انہوں نے امارت کو اپنے اوپر ایک بھاری بوجھ سے تعبیر کیا اور اس منصب کی ذمہ داریوں کی ادائیگی کے لئے نہ صرف تعاون بلکہ دعا کی بھی درخواست کی۔

اس کے بعد امیر حلقہ نے محترم حافظ صاحب کا مختصر تعارف پیش کیا اور شرکاء کے سوالوں کے جواب دیئے۔ آخر میں شرکاء میں نیا بیعت فارم خانہ پُری کے لئے تقسیم کیا گیا۔ اس اجتماع کو اس حوالے سے خصوصی اہمیت حاصل ہے کہ کراچی میں آج تک رفقاء و رفیقات کی حاضری کے اعتبار سے اتنا بڑا اجتماع نہیں ہوا۔ تقریباً 75 خواتین اور 200 سے زیادہ رفقاء اس اجتماع میں شریک تھے۔ اس اجتماع میں شرکاء کو یہ اطلاع بھی دی گئی کہ اکتوبر تک جو رفقاء و رفیقات فارم بھر دیں گے' ان کے علاوہ بقیہ افراد کی تنظیم سے وابستگی ختم تصور کی جائے گی۔ آخر میں حلقہ کی جانب سے ایک قرارداد منظور کی گئی جس کے مندرجات درج ذیل ہیں:

''محترم ڈاکٹر اسرار احمد مدظلہ نے تنظیم اسلامی کے موسس اور امیر کی حیثیت سے اس کے قیام اور رہنمائی کے ضمن میں جس طرح شب و روز محنت کی' آج کا یہ اجتماع انہیں ان کی جملہ مساعی پر زبردست خراج تحسین پیش کرتا ہے۔ تنظیم سے وابستہ ہر رفیق اور رفیقہ کی زندگی کو قرآن مجید کے ذریعے منور فرما کر اس پر جو احسان عظیم فرمایا گیا' اس کا بدلہ دینا اس دنیا میں تو کسی کے لئے ممکن نہیں تاہم ہر فرد ان کی خدمت میں ہدیہ تشکر پیش کرتا ہے اور دعا گو ہے کہ آخرت کی ابدی زندگی میں اللہ تعالیٰ اس کے بدلے انہیں اجر عظیم سے نوازے۔ آمین! مزید برآں' یہ اجتماع امیر محترم جناب حافظ عاکف سعید کے امارت سنبھالنے کے اقدام کا خیر مقدم کرتا ہے اور دعا گو ہے کہ اللہ تعالیٰ اس منصب کی ذمہ داریوں کی ادائیگی کے لئے انہیں بہترین فہم و تدبر عطا فرمائے۔ آمین! اس اجتماع میں شریک ہر فرد اس عزم کا اظہار کرتا ہے کہ وہ پہلے سے زیادہ جوش و خروش کے ساتھ اقامت دین کی جدوجہد جاری رکھے گا اور اس راہ میں اپنا تن من دھن لگائے گا۔''

(رپورٹ: محمد سمیع)

## تنظیم اسلامی گوجر خان کا تربیتی و دعوتی پروگرام

یہ پروگرام 11 ستمبر کو منعقد ہوا' جس میں حلقہ پنجاب (شمالی) کے ناظم جناب خالد محمود عباسی کو ''عظمت مصطفیٰ ﷺ'' کے موضوع پر خطاب کے لئے مدعو کیا گیا۔ اس پروگرام کی دو نشستیں ہوئیں۔ ایک نشست نماز عصر کے بعد تنظیم کے مقامی دفتر میں ہوئی' جس میں صرف رفقاء شریک ہوئے۔ سوال و جواب کے بعد ناظم حلقہ نے خطاب کیا اور تربیت کے سلسلے میں نصائح کیں۔

دوسری نشست بعد نماز مغرب مسجد العابد میں ہوئی۔ اس کے لئے دعوت عام تھی۔ تشہیر کے لئے ہینڈ بل تقسیم کئے گئے تھے اور شہر کے بعض مقامات پر بینرز بھی لگائے گئے۔ جناب خالد محمود عباسی نے کہا کہ حضرت محمد ﷺ خاتم النبیین ہیں۔ خاتم کے دو معنی ہیں: ایک ختم کر دینا یا مہر لگا دینا اور دوسرے یہ کہ کسی کام کو مکمل کرنا یا پایہ تکمیل تک پہنچانا۔ حضور ﷺ کی عظمت کا ایک پہلو یہ ہے کہ نبوت اور رسالت کا جو سلسلہ حضرت آدمؑ سے شروع ہوا تھا' اسے ان کی ذات پر مکمل کیا گیا۔

حضرت محمد ﷺ کی عظمت کے دو مزید پہلو اس آیت سے واضح ہوتے ہیں: ''وہی ہے جس نے اپنے رسول کو الہدیٰ اور دین حق دے کر بھیجا تاکہ اسے تمام ادیان پر غالب کر دے۔'' سابقہ انبیاءؑ کو ھدیٰ اور میزان دے کر بھیجا گیا جبکہ حضور ﷺ کو ان کے مقابلے میں بالترتیب الہدیٰ یعنی کامل ہدایت اور دین حق یعنی مکمل ضابطہ حیات دے کر مبعوث فرمایا گیا۔ حضرت محمد ﷺ کی عظمت کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ آپؐ نے 23 سال کے مختصر عرصے میں اپنا مشن مکمل کر لیا اور دین کو غالب کر کے دکھایا۔ اگر غور کیا جائے تو اس انقلاب کے علاوہ دنیا میں جتنے بھی انقلاب آئے ان کا نظریہ کسی اور نے پیش کیا جبکہ بالفعل انقلاب کوئی اور لے کر آیا۔ پھر یہ کہ اس کے لئے صدیوں کا عرصہ لگا اور انقلاب بھی زندگی کے کسی ایک شعبے میں لایا گیا۔ حضرت محمد ﷺ چونکہ رحمت اللعالمین ہیں' اس لئے آپ کا لایا ہوا نظام پوری دنیا میں قائم ہو کر رہے گا اور دین حق تمام ادیان پر غالب ہو کر رہے گا۔ ہمیں چاہئے کہ اپنی غلطی اور کوتاہی کو دور کر کے پاک صاف ہو جائیں اور اس کام کے لئے اپنا تن من دھن لگا دیں۔ اسی میں ہماری نجات ہے۔

یہ پروگرام نماز عشاء تک جاری رہا اور اس میں تقریباً 150 افراد نے شرکت کی۔ (رپورٹ: مرتضیٰ شاہ)

## حلقہ سندھ (زیریں) کی ماہانہ شب بسری

یہ پروگرام قرآن اکیڈمی ڈیفنس میں 14 ستمبر کو ساڑھے دس بجے شب محترم جناب ڈاکٹر اسرار احمد کے اس خطاب کی ویڈیو کے ذریعے شروع ہوا جو انہوں نے 17 اگست کو لاہور کے رفقاء سے کیا تھا۔ اس خطاب میں انہوں نے رفقاء پر زور دیا کہ وہ تنظیم اسلامی کے فکر اور اس کے طریقہ کار کی ایک بار پھر تذکیر

کریں۔ انہوں نے فرمایا کہ طالبان کے زوال نے ایک بار پھر منہج انقلاب نبوی کی اہمیت کو اجاگر کر دیا ہے' جس پر عمل پیرا ہو کر ہی ایک پائیدار اسلامی انقلاب برپا کیا جا سکتا ہے۔

حلقہ کے امیر و ناظم کی غیر موجودگی میں راقم کو ان کی نمائندگی کی ذمہ داری تفویض کی گئی تھی۔ راقم نے اپنی تذکیری گفتگو میں اس بات پر زور دیا کہ اقامت دین کی جدوجہد میں شریک ہر شخص کو اپنی ذات کا عرفان ہونا چاہئے' کیونکہ ہم نے اس مشن میں شمولیت کے بعد اپنے آپ کو عام لوگوں سے ممتاز کر لیا ہے۔ ہم نے اپنے نازک کاندھوں پر اللہ کے دین کی سربلندی کا بھاری بوجھ لاد لیا ہے اور اس حوالے سے ہماری ذمہ داریاں اوروں سے سوا ہیں۔ ہمیں اپنے اندر کی خوابیدہ صلاحیتوں کو بیدار کر کے انہیں اس مشن میں لگا دینا چاہئے' تب ہی رفتار کار میں اضافہ ممکن ہے۔ شیخ جمیل الرحمن مرحوم و مغفور کے اس قول پر عملدرآمد کرنے کی کوشش کرنی چاہئے کہ ہم قرآن کی ایک ایک آیت پر مراقبہ کریں اور اس کی روشنی میں اپنا جائزہ لیتے رہنے کی عادت ڈالیں۔

صبح پانچ بجے رفقاء کو انفرادی نوافل کے لئے جگایا گیا۔ بعد نماز فجر جناب عامر خان نے چند احادیث کا مطالعہ کروایا جن کے ذریعے مسلمانوں کو امراض اور دیگر حوادث پر صبر کے نتیجے میں بلند درجات کی بشارت دی گئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ یہ ہمارے لئے نصیحت و تنبیہ کا بھی ذریعہ ہیں۔ ناشتہ کے بعد جناب فیصل منظور نے سورۃ الحشر کے دوسرے اور تیسرے رکوع پر گفتگو کی۔ پھر جناب شجاع الدین شیخ نے سورۃ الحجرات کی آیات 6 تا 10 کا مذاکراتی انداز میں مطالعہ کروایا۔ راقم نے اپنی اختتامی گفتگو میں پروگراموں کا ایک طائرانہ جائزہ لیا اور امیر حلقہ کی قائم کردہ روایت کو برقرار رکھتے ہوئے ساتھیوں میں سیاسی شعور بیدار کرنے کی ایک کوشش کے طور پر محترم ڈاکٹر اسرار احمد کے گزشتہ خطاب جمعہ کا پریس ریلیز پڑھ کر سنایا۔ چند اعلانات کے بعد میزبان تنظیم فیڈرل بی ایریا/لیاقت آباد کے جناب محمد عمران کھوکھر نے پروگرام کے اختتام کا اعلان کیا۔ (رپورٹ: محمد سمیع)

## بہاولنگر کے دعوتی دورہ کی روداد

ستمبر کے آخری دنوں میں تمام حلقوں کے تحت تفہیم دین کورس پروگرام ہوئے۔ حلقہ بہاولنگر کے امیر جناب محمد منیر احمد نے فرمائش کی کہ اس کورس کی بجائے ناظم دعوت و تربیت حلقے میں مختلف مقامات پر دعوتی پروگراموں میں شرکت کریں۔ چنانچہ ان کی دعوت پر راقم 26 ستمبر کی رات عازم سفر ہوا اور اگلے دن صبح 4 بجے ہارون آباد پہنچ گیا۔ خطبہ جمعہ جامع القرآن' قرآن اکیڈمی میں ''ایمان بالرسالت'' کے موضوع پر دیا۔ نماز جمعہ کے بعد رفقاء سے ملاقات ہوئی اور پھر کچی والا کے لئے عازم سفر ہوئے۔ وہاں غلہ منڈی کی مسجد میں بعد نماز عصر معراج النبیؐ کی غرض و غایت اور اس موقع پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے امت مسلمہ کو ملنے والے تحفوں پر گفتگو کی۔ وہاں سے فورٹ عباس پہنچے اور مسجد قباء میں بعد نماز مغرب ''عبادت رب'' کے موضوع پر خطاب ہوا۔ بعد نماز عشاء ایک دوسری مسجد میں ''شہادت علی الناس کے تقاضے اور امت مسلمہ کی ذمہ داریاں'' کے موضوع پر خطاب کیا گیا۔ اس کے بعد مروٹ کے لئے روانگی ہوئی جو وہاں سے پچاس کلومیٹر کے فاصلے پر ہے' کیونکہ رات کو قیام وہاں پر کرنا تھا۔

ہفتہ کو بعد نماز فجر مروٹ کی غلہ منڈی کی مسجد میں شہادت علی الناس اور اقامت دین اور اس کے لوازمات پر سوا گھنٹے کا خطاب ہوا۔ کچھ دیر وہاں کے رفقاء سے ملاقات رہی۔ ظہر کے بعد ریٹائرڈ پروفیسر جناب غلام نبی کی رہائش گاہ پر چند حضرات کے سامنے قرآن مجید کے مقصد نزول اور فکر آخرت پر بیان ہوا۔ یہ حلقہ ابھی چند ہفتے پہلے ہی شروع ہوا ہے اور مساجد کی طرف سے اجازت نہ ملنے پر اس جگہ درس شروع کیا گیا۔ وہاں سے بہاولپور کے لئے روانہ ہوئے اور نماز عصر قرآن اکیڈمی بہاولپور کی مسجد میں ادا کی۔ بعد نماز مغرب محکمہ انہار کی مسجد میں سورۂ حج کی آخری دو آیات کے حوالے سے امت مسلمہ کی ذمہ داریاں بیان کیں۔ پھر بعد نماز عشاء حشمت کالونی کی مسجد میں عبادت رب کے موضوع پر خطاب کیا۔ مرکز میں رات گزر کر فجر کی نماز کے بعد درس قرآن دیا۔ ناشتہ سے فارغ ہو کر کچھ احباب سے ملاقات رہی۔ دوپہر ایک بجے پھر سفر شروع کیا اور خیر پور ٹامیوالی میں ایک ہسپتال کی مسجد میں فکر آخرت پر بیان ہوا۔ وہاں سے حاصل پور پہنچ کر بعد نماز عصر مختصر بیان ہوا۔ چشتیاں میں نماز مغرب کے بعد مذہب اور دین کے فرق اور توحید اجتماعی اور اس کے لئے جہاد کے مراحل پر مفصل خطاب کیا گیا۔ بعد نماز عشاء وہاں کے رفقاء سے ملاقات ہوئی۔ پھر ہارون آباد کے لئے روانہ ہوئے۔

سوموار کی صبح مرکز کی مسجد میں درس دیا۔ ایک بجے کے قریب سفر شروع کیا اور بہاولنگر' منچن آباد سے ہوتے ہوئے منڈی صادق گنج پہنچے۔ وہاں بعد نماز ظہر ''عبادت رب'' پر بیان ہوا۔ منچن آباد واپس آ کر بعد نماز عصر ''فکر آخرت'' پر خطاب کیا۔ مغرب کی نماز بہاولنگر پہنچ کر وہاں کے دفتر کی مسجد میں ادا کی اور پھر ایک کوٹھی کے لان میں عبادت رب پر مفصل بیان ہوا۔ بعد نماز عشاء ریلوے کالونی کی مسجد میں فکر آخرت پر گفتگو کی۔ پھر ہارون آباد کے لئے واپسی ہوئی اور تقریباً گیارہ بجے وہاں پہنچے۔ اللہ کا شکر ہے کہ اس نے چار دنوں پر محیط یہ پروگرام مکمل کرنے کی ہمت عطا کی۔ مجموعی طور پر سترہ مقامات پر تقریباً 800 افراد سے خطاب کیا گیا۔ اکثر جگہ خطابات کے کیسٹ کے مطالبے سامنے آئے۔

یہ حلقہ بہاولنگر کے امیر کا کمال ہے کہ وہ ہر ہفتے یہ پروگرام خود گاڑی چلا کر بنفس نفیس مکمل کرتے ہیں۔ دوسرے حلقہ جات کے امراء کو بھی سوچنا چاہئے کہ ان کے دعوتی اسفار کی کیفیت کیا ہے اور وہ کتنا وقت تنظیم کے پیغام کو پہنچانے میں صرف کر رہے ہیں۔ (از قلم: رحمت اللہ بٹر)

## حلقہ لاہور کے زیر اہتمام مظاہرہ

افغانستان پر امریکی حملے کا ایک سال پورا ہونے پر امریکہ اور اس کے اتحادیوں کے خلاف پریس کلب' لاہور کے باہر ایک مظاہرے کا اہتمام کیا گیا۔ اس موقع پر حلقہ لاہور کے امیر جناب مرزا ایوب بیگ نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ طالبان کی حکومت رہتی تو اسلامی فلاحی ریاست بن کر نیو ورلڈ آرڈر کی راہ میں رکاوٹ بن سکتی تھی۔ مزید یہ کہ اسی اسلامی فلاحی ریاست کے فیصلہ کن کردار کی وجہ سے علاقہ میں پاکستان' ایران' وسطی ایشیا کی ریاستوں اور مشرق وسطیٰ کے ممالک پر مشتمل اسلامی بلاک بن سکتا تھا جو دنیا میں مسلم ممالک کے مفادات کا تحفظ کرتا اور نیو ورلڈ آرڈر کو ناکام بنا دیتا۔ لیکن 7 اکتوبر 2001ء کو امریکہ اور اس کے اتحادیوں نے امارت اسلامیہ افغانستان پر انتہائی وحشیانہ انداز میں حملہ کیا جس میں مہلک ترین ''ڈیزی کٹر بم'' بھی استعمال کئے جس سے ہزاروں بے گناہ افغان شہید ہوئے۔ اس امریکی بربریت کی جتنی بھی مذمت کی جائے' کم ہے۔ انہوں نے کہا کہ بش 19 تیل کمپنیوں کا نمائندہ ہے جو اکثر و بیشتر یہودیوں کی ملکیت ہیں' لہٰذا وہ عراق پر حملہ کر کے مشرق وسطیٰ کے کل تیل کے ایک چوتھائی حصے پر قبضہ کر کے دنیا کو معاشی غلام بنانا چاہتا ہے۔ انہوں نے مسلم ممالک کے سربراہان کو خبردار کرتے ہوئے کہا کہ وہ امریکہ کے خطرناک عزائم کو سمجھیں اور اس کے خلاف متحرک قوتوں کا ساتھ دیں ورنہ امریکہ اپنے مقاصد کے حصول کے بعد ان سے وہی سلوک کرے گا جو ماضی میں بھی غداروں سے کرتا رہا ہے۔ مظاہرے میں شریک رفقاء تنظیم اسلامی نے بینرز اور پلے کارڈ اٹھا رکھے تھے' جن پر یہ نعرے درج تھے:

1) امریکی غرور اور تکبر افغانستان میں دفن ہوگا۔ ان شاء اللہ
2) افغانستان میں امریکی عزائم کی ناکامی کا پہلا سال....
3)VICTIMS OF AMERICA:
2001 _____ AFGHANISTAN
2002 _____ IRAQ
2003 _____ ?
4)OCTOBER 7 : THE DAY EVIL FORCES DESTROYED AFGHANISTAN
5)UNDISPUTED ENEMY OF MUSLIMS _____ AMERICA

(رپورٹ: وسیم احمد)


## ضرورت رشتہ

چھالیہ شہر میں تنظیم اسلامی کے رفیق اور جامع مسجد کے خطیب و امام عقد ثانی کے متمنی ہیں۔ پہلی بیوی فوت ہو گئی ہے اور دو بچے ہیں۔ کنواری/بیوہ/مطلقہ کا رشتہ درکار ہے۔ ذات پات کی کوئی قید نہیں۔

رابطہ: نائب ناظم دعوت و تربیت' مرکز تنظیم اسلامی' 67۔اے' گڑھی شاہو لاہور۔ فون: 6366638

has to follow any moral and ethical discipline!).

And so, we become guilty of producing pseudo-intellectuals who will willingly embrace the US doctrine of just war and pre-emptive strikes but reject injunctions of the Holy Qur'an as "ahistorical." At a conference in Geneva earlier this year, Abdullahi Ahmed An-Na'am, a US-based Muslim had this to say about Sharia law: "While I believe Sharia notions of jihad were appropriate for that historical context, they are no longer acceptable or workable now ... even the most restrictive view of its causes and manner are categorically illegal and politically untenable in the modern context." (4)

We have more faith in the words of merchants of death and their daisy-cutters than in Allah (SWT). We believe in the interest-based economic theories of the World Bank and IMF than the clear instructions in Qur'an. Even our so-called religious leaders are more worried about democracy in Pakistan than our collective disregard for Qur'anic injunctions. This was recently demonstrated by our apathy during the Government's latest ploy to legalise interest-based economy. We are guilty of turning a religion, which came as a solution for all social, political and economic problems, into a problem in itself! We are now searching for a solution to the "problem" of Islam in decadent Western ideals of liberalism and secularism. Whether we attribute our downfall to the tyranny of fate, or rationalize it using conspiracy theories, the verdict on us is out. And the verdict is: "Guilty!"

**End Notes:**


1 *Khalied Abou el Fadl, Moderate Muslims Under Siege, New York Times, July 01, 2002.*

2 *Fareed Zakaria, The Extremists Are Losing, Washington Post, September 3, 2002; Page*

3 *A17Mone Eltahawy, "Keeping Faith With Islam in a New World," New York Times, September 03, 2002.*

4 *Yasmin Alibhai-Brown's article, Independent, September 4.*


**پریس ریلیز**

## متحدہ مجلس عمل کی شاندار کامیابی میں شہداءِ افغانستان کے خون کا صدقہ بھی شامل ہے

## اس اتحاد کو مستحکم کرنے کے لئے ایک دستوری ڈھانچہ تشکیل دیا جانا چاہئے

## کسی سیکولر سیاسی جماعت کے ساتھ مل کر حکومت میں شامل ہونا انتہائی مہلک ہوگا

## اتحاد کو وسعت دینے کے لئے دیگر دینی جماعتوں کو بھی شامل کیا جائے' حافظ عاکف سعید

متحدہ مجلس عمل کی کامیابی پر اخبارات کو جاری کیا گیا امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید کا بیان

امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید نے تنظیم اسلامی کی مرکزی عاملہ کے اجلاس میں حالیہ انتخابات میں متحدہ مجلس عمل کی نمایاں کامیابی پر مسرت کا اظہار کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا ہے کہ جس نے حالیہ ملکی انتخابات میں دینی حلقوں کو متحدہ مجلس عمل کی شکل میں متحد ہو کر محنت و کوشش کی توفیق عطا فرمائی۔ انہوں نے کہا کہ متحدہ مجلس عمل کے تمام زعماء اور کارپردازان مبارک باد کے مستحق ہیں' اور تنظیم اسلامی ان کی مساعی کو تحسین کی نظر سے دیکھتی ہے اور یہ توقع رکھتی ہے کہ ان کی جدوجہد سے لادینیت اور کفر کے بڑھتے ہوئے سیلاب میں رکاوٹ پیدا ہوگی اور اللہ کے دین کی سربلندی کے لئے کام کرنے والوں کے لئے آسانی پیدا ہوگی۔

امیر تنظیم نے کہا کہ ہم نے انتخابات میں متحدہ مجلس عمل کی بھرپور تائید کی تھی۔ اگرچہ ہماری رائے یہ ہے کہ مکمل دین کا نفاذ انقلابی عمل ہی کے ذریعے ممکن ہے' تاہم اگر دینی جماعتوں نے آئندہ بھی اتحاد و اتفاق کا مظاہرہ جاری رکھا تو ان شاء اللہ العزیز ہم انتخابی جدوجہد میں بھی دینی عناصر کا ساتھ دیتے رہیں گے۔ انہوں نے کہا کہ ہماری یہ مخلصانہ خواہش ہے کہ یہ اتحاد برقرار رہے اور مزید مستحکم ہو۔ چنانچہ ہم متحدہ مجلس عمل کے ذمہ داران سے یہ دردمندانہ اپیل کرتے ہیں کہ:

☆ اس اتحاد کو مستحکم بنیادوں پر قائم اور وسیع کرنے کے لئے اس کا ایک دستوری ڈھانچہ تشکیل دیا جائے تاکہ اس کے معاملات ایک ضابطہ کے مطابق طے ہوں اور اختلاف و انتشار کا شائبہ نہ رہے۔

☆ یہ کوشش کی جائے کہ وہ تمام دیگر دینی عناصر بھی اس اتحاد میں شامل ہوں جو انتخابی عمل کے ذریعے خدمت و دعوت دین میں مصروف ہیں۔

☆ موجودہ حکومت سازی کے مسائل میں ہمارا مشورہ یہ ہے کہ اس سلسلہ میں انتہائی احتیاط سے کام لیا جائے۔ صوبائی سطح پر اپنی واضح اکثریت کی بنا پر تو کسی جگہ حکومت کی تشکیل ضرور کی جائے لیکن جہاں مجلس عمل کی واضح اکثریت نہ ہو وہاں کسی دوسری بالاتر سیکولر جماعت کے ساتھ مل کر حکومت میں شامل ہونا انتہائی مہلک اور خطرناک ہوگا۔ مرکز میں جو صورت حال ہے اس کے پیش نظر متحدہ مجلس عمل کے لئے حکومت سازی میں شامل ہونے کی بجائے ایک موثر اور مضبوط پریشر گروپ کی حیثیت سے کام کرنا زیادہ موزوں ہوگا۔ اس ضمن میں مولانا شاہ احمد نورانی کے بیانات حوصلہ افزاء ہیں!

امیر تنظیم نے کہا کہ ہمارا احساس یہ ہے کہ متحدہ مجلس عمل کی شاندار اور ایک حد تک غیر متوقع کامیابی میں اتحاد کی برکات کے ساتھ ساتھ شہداء افغانستان کے خون کا صدقہ بھی شامل ہے لہٰذا اب جبکہ متحدہ مجلس عمل ''فینظر کیف تعملون'' کے امتحان سے دوچار ہوگئی ہے' ایم ایم اے کے قائدین سے ہماری گزارش ہے کہ وہ عالمی شیطانی قوتوں یا خود پاکستان کے مغرب پرست حلقوں کے طنز و طعن سے مرعوب ہونے کی بجائے جہاں بھی اپنی حکومت بنانے میں کامیاب ہوں وہاں سورۂ حج کے آیت ۴۱ کے مطابق ''امر بالمعروف اور نہی عن المنکر'' کا فریضہ پوری قوت کے ساتھ ادا کریں۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں استقامت عطا فرمائے۔

Vol:11 Regd.CPL No.127 No.41
Weekly Nida-e-Khilafat Lahore

**View Point**

**Abid Ullah Jan**
(E-mail: abidjan@tanzeem.org)

# And the Verdict is: "Guilty!"

"Here's the smell of blood still.
And all the perfumes of Arabia
will not sweeten this little hand!"
*(Lady Macbeth)*

And all the perfumes of Arabia will not sweeten the hands of Bush, Blair and the rest of the evil axis as they wage their unholy War on Islam!

And we are in no position to take a high moral cap line either! The Muslim Ummah, by its sins of omission and commission is actively partaking in this unholy campaign. No Muslim will be exonerated of his/her complicity in this crisis. History will hold the present-day Muslims guilty on three counts – disunity, perfidy and faithlessness!

First and foremost, we are guilty of being partners in crime to the genocide of our fellow Muslims. At a rough estimate, 9/11 will have to be statistically repeated 166 times to equal the death toll of Iraqi children caused by draconian economic sanctions. Still we agree that the US response to one WTC incident in the form of death, destruction and occupation of Muslim lands is justified; but any Muslim reaction to the far greater pain and misery is pure terrorism!

The plain truth is that, Muslim 'extremists' would not be waging "terrorism" if Muslim states had joined hands against Jewish and American state terrorism. The Palestinians would not be blowing themselves up into countless pieces if we could have formed a coalition to drive Israel out of the occupied Arab territories, the way we joined the US-led coalition to drive out Saddam from Kuwait.

It is ironical that, while the US has failed to present any concrete evidence of any Muslim complicity in the WTC bombing, its minions and puppets in the Islamic World do not tire of branding Muslims as "certified terrorists." These "besieged moderates" amongst us are more guilty of the post-9/11 deaths in Afghanistan than that alleged terrorist Osama bin Laden, or that "emperor with no brain", Bush Junior.

For, the US was emboldened to attack Afghanistan, in great measure because of our support for its agenda. We permitted the propaganda against Taliban without setting foot on Afghan soil, without meeting a single Talib, without trying to find out the truth for ourselves! We gave the US the pretext to build a coalition and occupy Afghanistan, for none of this would have come to pass, had we given political recognition to the Talibans, assisted them in developing a system of governance and helped them in running state institutions.

Disunity is thus, the first charge against us!

The second charge is Perfidy. We legitimise rancid Western stereotyping of Muslims. They pigeonhole us into "moderates," "liberals," and "fundamentalists"..... and we espouse this typecasting thereby, fulfilling the prediction of the Holy Prophet Muhammad (PBUH). He (SAW) said: Near Qiyamah, the Muslims will become divided into three groups — one third supporting the enemies of Islam (as the self-proclaimed "moderate" Muslims do), one third comprising of sceptics (or the "silent majority" of our times), and one third remaining steadfast. The last is the group that has been dubbed "fundamentalist".

It is this last group that is constantly vilified and demonised by the media. Fareed Zakaria gleefully writes about crushing this fundamentalist Islamic section of the population in the *Washington Post* thus: "The governments of Algeria, Egypt, Turkey and (to a lesser extent) Pakistan have all crushed their Islamic groups. Many feared that, as a result, the fundamentalists would become martyrs. In fact, they had to scramble to survive." (2)

As opposed to this, moderation (read 'degeneration") is glorified. These moderates, the likes of Mona Eltahawy amongst us would say anything to be published in *New York Times*: "We are Muslims in America, not Egypt or Saudi Arabia, and as such, that identity must be firmly rooted in Michigan or New York, not Cairo or Riyadh. This has allowed us to tackle subjects (like homosexuality) that are taboo in many Islamic countries around the world." (3)

Also, please read Yasmin Alibhai-Brown's article "Reformist Muslims are bringing new hope to Islam" in *Independent* of September 9, 2002, whereby she, as a reformist Muslim supports gay rights! Is this what reformation is all about?

The third count on which we stand guilty, stems from our collective faithlessness and scepticism towards Islam and the belief that, only science and technology will give us that, which our faith has not! It is this mindset and not, those expensive Western institutions that cause our PhDs to develop a warped approach towards Islam. For the Devil cannot take our souls unless we consent to it!

The result? These faithless PhDs become a bane, not a boon to the society. Eventually they come up with perverse ideas like, "Islam is too restrictive", and "Jihad is all about getting 70 virgins in Paradise!" One starts doubting their mental health when they start giving "No compulsion in religion" (i.e., don't convert to Islam by force) the contorted interpretation of "No compulsion on us" (i.e. no one